The Explanation Of Great *Islamic Scholars About Husain Bin Mansoor*

In Urdu

The Explanation of scholars About Ibne Mansoor

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

سیرت

منصور حلاج

زیرِ نگرانی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

تالیف حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

عنوانات مولانا حسین احمد نجیب

Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

نے قرآن کو مخلوق کہہ کر خلفاء کے ظالمانہ برتاؤ سے اپنا پیچھا چھڑا لیں دو چار ہی باہمت نکلے جنہوں نے قرآن کو مخلوق نہیں کہا، تو قتل و قید اور ضرب و حبس کی بلاؤں میں گرفتار ہوئے، پس ابن منصور کے معاصرین میں سے اکثر کا ان کو ذکر نہ کرنا اور صوفیہ سے خارج کہنا ان کے غیر مقبول ہونے کی دلیل نہیں، کیونکہ وزیر کی سختی اور ظلم کی وجہ سے لوگوں کو ان کی موافقت کی جرأت نہ ہو سکتی تھی۔

ابن منصور اور اصول جرح و تعدیل اس مقام پر اصول محدثین کی رو سے یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب صالح مختلف فیہ ہیں، تو جرح تعدیل پر مقدم ہو گی۔ جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ قبول روایت کے باب میں ہے اور باب تحسین ظن میں اسکا عکس ہے کہ تعدیل جرح سے مقدم ہے۔ اور راز یہ ہے کہ دونوں میں احتیاط کا پہلو لیا گیا ہے اور ابن منصور سے حدیث میں کوئی روایت نہیں اس لئے وہ اصول روایت کے تحت میں نہیں آتے چنانچہ ذہبیؒ نے میزان میں ان کے متعلق فرمایا ہے

"چنانچہ ذہبیؒ نے میزان میں ان کے متعلق فرمایا ہے لم یروشیئاً من العلم والحمدللہ"

دوسرے جرح کا تعدیل سے مقدم ہونا بھی قاعدہ کلی نہیں، بعض محدثین کے نزدیک روایت میں بھی تعدیل جرح سے مقدم ہے اور حنفیہ کا یہی مذہب ہے۔ جیسا مقدمہ اعلاء السنن میں مذکور ہے، اور اکثر محدثین جو جرح کو تعدیل پر مقدم کرتے ہیں وہ بھی اس کو جرح مبہم اور تعدیل مبہم کے ساتھ مقید کرتے ہیں اور اگر جرح و تعدیل دونوں مفسر ہوں اور جرح کا غلط یا غیر قادح ہونا معلوم ہو جائے یا یہ معلوم ہو جائے کہ معدل نے جرح سے واقف ہونے اور اس کو غیر مؤثر جاننے کے بعد تعدیل کی ہے تو اس صورت میں تعدیل جرح سے مقدم ہو گی اور ابن منصور کے بارہ میں بھی صورت

باب سوم

ابن منصور کے معاصرین اور آپ کے بارے میں انکی آراء

اس کے بعد ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ ابن منصور کے معاصرین میں سے جن حضرات نے ان کو قبول کیا، محققین میں سے شمار کیا، ان کے اقوال کو مدون کیا اور بطور حجت کے نقل کیا ہے وہ کس درجہ کے

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

۱۔ ابوالقاسم نصر آبادیؒ | ابوالقاسم نصر آبادی ابراہیم بن محمد بن احمد بن محمویہ نصر آبادی نیشاپوری ہیں جنکا ذکر سمعانی نے اپنی کتاب الانساب میں نصر آبادی کے تحت میں اس طرح کیا ہے؛

العارف الواعظ شیخ وقتہ بخراسان وکان من مشاهیر شیوخ الحقیقة وله رحلة الی العراق والشام ودیار مصر سمع بنیسابور ابابکر محمد بن اسحٰق بن خزیمة وابا العباس محمد بن اسحٰق السراج وبالری ابا محمد عبد الرحمٰن بن ابی حاتم الرازی وجماعة کثیرة من هذه الطبقة سمع منه الحاکم ابوعبد الله الحافظ وابوعبد الرحمٰن السلمی رشیخ ابی القاسم القشیری صاحب الرسالة القشیریه) وجماعة سواهما ذکره الحاکم فی تاریخ نیسابور فقال ابو القاسم النصرآبادی الواعظ لسان اهل الحقائق فی عصره وصاحب الاحوال الصحیحة وکان مع تقدمه فی التصوف من الجماعین للروایات ومن الرحالین فی طلب الحدیث سمع بنیسابور وبالعراق وبالشام وبمصر وبالری اکثر عن ابی محمد بن ابی حاتم واقام علیه السماع مصنفاته وکان یعظ و یذکر علی ستر ومیاً ثم خرج الی مکة سنہ ۳۶۴ھ وجاور بها ولزم العبادة فوق ماکان من عادته وکان یعظ بها ویذکر ثم توفی بها سنہ ۳۶۹ھ انتہیٰ۔

وفی الطبقات الکبرٰی للشعرانی شیخ خراسان فی وقته یرجع الی انواع من العلوم من حفظ السنن وجمعها وعلوم التواریخ وعلم الحقائق وکان اوحد المشایخ فی وقته علما وحالا صحب ابابکر الشبلی وابا علی الرودباری وابا محمد المرتعش وغیرهم من المشائخ وکتب الحدیث ورواه وکان ثقة وکان رضی الله عنه یقول الجمع عین التوحید والتفرقة حقیقة التجرید وهو ان یکون العبد فانیا لله تعالی بری الاشیاء کلها به وله والیه ومنه اهـ صـ۱۰۵ جـ۱ ۔

ترجمہ:۔ یعنی ابوالقاسم نصر آبادی عارف واعظ تھے، اپنے وقت میں شیخ خراسان تھے

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

مشائخ اہل حقیقت میں مشہور بزرگ ہیں، طلب حدیث کے لئے انہوں نے عراق و شام اور دیار مصر کیطرف سفر کیا، نیشاپور میں ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ اور ابوالعباس سراج سے حدیث سنی اور رے میں ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی اور اس طبقہ کی بڑی جماعت سے حدیثیں سنیں، اُن سے حاکم ابوعبداللہ حافظ (صاحب مستدرک نے) حدیث کی روایت کی، اور ابوعبدالرحمٰن سلمی نے بھی (جو امام ابوالقاسم قشیری کے شیخ تھے) ان کے سوا اور بہت لوگوں نے بھی ان سے روایت کی حاکم نے تاریخ نیشاپور میں ان کا اسطرح ذکر کیا ہے کہ ابوالقاسم نصر آبادی واعظ اپنے زمانہ میں اہل حقائق کی لسان اور صاحب احوال صحیحہ تھے اور باوجود تصوف میں امام ہونے کے روایات حدیث کے بڑے جمع کرنے والے اور طلب حدیث میں بہت سفر کرتے والے تھے۔ نیشاپور و عراق و شام و مصر و رے میں حدیثیں سنیں اور ابومحمد بن ابی حاتم سے بہت روایت کی ہے ان کے پاس ان کی کتابیں سننے کے لئے (مدتوں) مقیم رہے۔ وعظ اور تذکیر بڑی احتیاط اور حفاظت کے ساتھ کرتے تھے، ۳۶۴ھ میں مکہ چلے اور وہیں مجاورت اختیار کی۔ اور اپنی عادت سابقہ سے زیادہ عبادت میں لگ گئے، وہاں بھی وعظ و تذکیر کرتے رہے، یہاں تک کہ ۳۶۹ھ میں انتقال ہو گیا۔ انتہیٰ۔

ترجمہ:۔ طبقات کبریٰ شعرانی میں ان کا تذکرہ اس طرح کیا گیا ہے، کہ ابوالقاسم نصر آبادی اپنے وقت میں شیخ خراسان تھے بہت سے علوم کے جامع تھے، مثلاً حدیثوں کا حفظ کرنا، اُن کو جمع کرنا اور علوم تاریخ اور علوم حقائق سے واقف ہونا، اپنے وقت میں علماً و حالاً یکتا تھے مشائخ تھے ابوبکر شبلی و ابوعلی روذباری اور ابومحمد مرتعش اور ان کے سوا دوسرے مشائخ کی صحبت میں رہے حدیثیں لکھیں، ان کو روایت کیا اور (محدثین کے نزدیک ثقہ تھے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ جمع عین توحید ہے اور تفرقہ تجرید کی حقیقت ہے اور وہ (جمع) یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے فنا ہو جائے، تمام چیزوں کو اسی کی وجہ سے، اسی کے لئے، اسی کی طرف (منتہی) اور اسی سے دو بالا سمجھے۔ انتہیٰ۔

ابن منصور کے عنوان ”من الرحمٰن الرحیم الٰی فلاں بن فلاں“ پر اعتراض اور اس کا جواب

ف۔ یہی وہ بات ہے جو ابن منصور نے

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

لکھی تھی، تو وزیر حامد بن العباس ان کا دشمن ہوگیا، اس واقعہ کو ابراہیم بن محمد واعظ (یعنی ابوالقاسم نصر آبادی) ہی نے ابوالقاسم رازی کے واسطہ سے ابوبکر بن ممشاد سے اس طرح نقل کیا ہے کہ دینور میں ایک شخص آیا، جسکے پاس ایک تھیلا تھا، جسے وہ رات دن میں کسی وقت بھی اپنے سے الگ نہ کرتا تھا لوگوں نے اس تھیلے کی تلاشی لی تو اس میں حلاج کا ایک خط نکلا جس کا عنوان یہ تھا من الرحمٰن الرحیم الی فلان بن فلان یہ خط رحمٰن رحیم کی طرف سے فلاں شخص کے نام ہے یہ خط بغداد بھیجدیا گیا، تو حلاج کو بلایا گیا، ان کو دکھلایا گیا تو کہا، ہاں میرا خط ہے میں نے ہی لکھا ہے لوگوں نے کہا، اب تک تو نبوت ہی کے مدعی تھے خدائی کا بھی دعوای کرنے لگے، کہا، میں خدائی کا دعوے نہیں کرتا (دوسری روایت میں ہے کہ ابن منصور نے کہا، معاذاللہ، میں نہ خدائی کا دعوای کرتا ہوں، نہ نبوت کا، میں تو ایک آدمی ہوں، اللہ کی عبادت کرتا، نماز روزہ کی کثرت کرتا ہوں اس کے سوا کچھ نہیں جانتا۔)

عین الجمع اور جمع الجمع کی تحقیق لیکن یہ بات (جو میں نے لکھی ہے وہ) تو ہمارے نزدیک عین جمع ہے (جس کی حقیقت اصطلاح صوفیہ میں یہ ہے کہ سالک سے مخلوق کا مشاہدہ سلب کرلیا جائے حتیٰ کہ اپنی ذات کا مشاہدہ بھی فنا ہوجائے، سلطان حقیقت کے غلبہ و ظہور کی وجہ سے غیر حق کا احساس بالکلیہ جاتا رہے اس کا دوسرا عنوان صوفیہ کی اصطلاح میں جمع الجمع ہے۔ کذا فی الرسالۃ القشیریہ ص ۳۶۔)

پھر ابن منصور نے اسی واقعہ میں اس حقیقت کو ان الفاظ سے بیان کیا ھل الکاتب الا اللہ وانا والید فیہ اٰلۃ۔ اللہ کے سوا لکھنے والا کون ہے، میں اور میرا ہاتھ تو اس میں آلہ محض کے سوا کچھ نہیں (اور یہ نفی ویسی ہی ہے جیسی آیت وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے رمی کی نفی کی گئی اور اللہ تعالےٰ کے لئے اس کا اثبات کیا گیا ہے۔)

ابن منصور سے کہا گیا کہ اس بات میں تمھارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ اُنھوں نے ابوالعباس بن عطاء ابومحمد جریری اور ابوبکر شبلی کا نام لیا، اور یہ بھی کہا کہ ان میں سے دو تو رگ تو اس حقیقت کو چھپاتے ہیں، اگر صاف کہہ سکتے ہیں تو ابن عطاء کہہ سکتے ہیں۔

چنانچہ تینوں کو بلایا گیا۔ ابومحمد جریری نے کہا، ایسا کہنے والا کافر ہے، اس کو قتل کیا جائے۔

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

شبلی نے فرمایا، یہ کون کہتا ہے؟ اس کو اس بات سے روکنا چاہیئے۔ ابن عطاء نے صاف صاف ابن منصور کے موافق کہا اور یہی ان کے قتل کا سبب ہوا۔ تاریخ خطیب۔

اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو ابو محمد جریری سے تعجب ہے کہ انہوں نے ابن منصور کی تشریح کے بعد بھی ان کو کافر واجب القتل کیونکر کہا؟ کیونکہ جو شخص غلبۂ سلطان حقیقت کی وجہ سے مخلوق کا بالکل احساس نہ رکھتا ہو، مشاہدۂ خلق اس سے سلب کر لیا گیا ہو حتیٰ کہ خود اسکی ذات کا مشاہدہ بھی فنا ہو گیا ہو۔ وہ کسی کمال کو اپنی یا غیر کی طرف منسوب نہیں کر سکتا، سب کو آلۂ محض سمجھتا ہے، البتہ افعال سیئہ اور احوال مکروہہ کی نسبت، ادباً حق تعالےٰ کی طرف نہیں کرتا، اگرچہ جانتا ہے کہ خالق افعال وہی ہے، اسی نے بندہ کو ہر قسم کے افعال کی قدرت دی ہے، مگر ان کو عبد کیطرف منسوب کرتا ہے، کیونکہ کاسب اور مظہر وہی ہے، اور کسی درجہ میں اسکے اختیار کو بھی اس میں دخل ہے،

"ما اصابك من حسنة فمن الله وما اصابك من سيئة فمن نفسك"

پس دیکھنا یہ تھا کہ جس خط کو ابن منصور نے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا تھا اس کا مضمون موافق شریعت تھا یا خلاف شریعت اگر تو اس کو رحمٰن رحیم کیطرف سے کہنا غلط نہیں تھا اقوال حسنہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہیں۔ بندہ ان کے اظہار کا آلۂ محض ہے، چونکہ روایت میں خط کے مضمون سے اصلاً تعرض نہیں، صرف عنوان سے وحشت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مضمون خط خلاف شریعت نہ تھا۔ ورنہ اس سے بھی تعرض کیا جاتا۔ پس ابن منصور کا مطلب یہ تھا کہ اس خط میں جو علوم و معارف مذکور ہیں، اُن میں میرا کچھ دخل نہیں۔ یہ سب اللہ تعالےٰ کی عطا اور ان کا فضل ہے میں ظاہر کر رہا ہوں۔ اور اس اظہار میں میری حیثیت آلۂ محض سے زیادہ نہیں، اس میں کفر و زندقہ کی کیا بات تھی؟ بس اتنا کہا جا سکتا ہے کہ عنوان موحش و موہم تھا، سو اُسکا ازالہ اُنکی تشریح سے ہو گیا تھا، جسکے بعد تکفیر کی اصلاً گنجائش باقی نہیں رہتی۔

پس ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب صحیح تھا کہ یہ کون کہتا ہے؟ اس کو اس بات سے روکنا چاہیئے۔ یعنی یہ عنوان مناسب نہیں، اس سے ایہام ہوتا ہے گو تشریح کے بعد ایہام

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

رفع ہوگیا، مگراس تشریح کو کس کس سے بیان کیا جائے گا اور اس کو کون سمجھے گا؟ اس لئے یہ عنوان قابلِ منع ہے، مگر ابو العباس بن عطاء نے صاف صاف موافقت کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس وقت کسی درجہ میں بھی حسین بن منصور کی بات کو برا کہا گیا (جو اُنکی تشریح کے بعد بری نہیں رہی) تو وزیر کو ان کے قتل کا بہانہ مل جائے گا اور مسلمان کو ظلم ناحق اور قتل سے بچانا واجب ہے اسلئے انہوں نے شبلی کی طرح یہ بھی نہ کہا کہ اس کو اس بات سے روکا جائے۔

بہرحال شبلی کے نزدیک بھی ابن منصور کا قول موجب کفر و زندقہ نہ تھا۔ البتہ عوام کے سامنے وہ ان اسرار و غوامض کو عنوان موحش وموہم سے ظاہر کرنا پسند نہ کرتے تھے، اور ابو العباس بن عطاء کے نزدیک ابن منصور ایسے عنوانات میں معذور و مجبور تھے۔ کیونکہ وہ ان پر حقیقت کا غلبہ دیکھ رہے تھے۔

جمع الجمع اور عین الجمع کی اصطلاح ابن منصور کی ایجاد نہیں،

اور اس حقیقت کو دوسرے عنوان سے تمام صوفیہ نے بیان کیا ہے چنانچہ ابو القاسم نصرآبادی کے کلام میں بھی وہی مضمون موجود ہے، جس کی طرف ابن منصور نے اشارہ کیا ہے اور مولانا رومی کے کلام میں بھی جابجا موجود ہے ؎

انت کالریح ونحن کالغبار　　تختفی الریح وغبراہا جہار

ماہمہ شیراں ولے شیر علم　　جملہ شان از باد باشد دمبدم

جملہ شاں پیدا و ناپیدا ست　　آنکہ ناپیداست یارب کم مباد

اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ فاعل در اصل اللہ تعالیٰ ہیں، بندہ محض آلہ و مظہر ہے، اور اگر کسی کو مقام جمع الجمع کی حقیقت معلوم نہ ہو، یا حلاج کا اس مقام پر فائز ہونا مسلّم نہ ہو، یا مسلّم ہو مگر ان کا سلطان حقیقت سے مغلوب ہونا تسلیم نہ ہو تو اس کو یہ سمجھ لینا کیا دشوار ہے کہ ابن منصور کا اپنے خط کے مضمون کو رحمٰن و رحیم کی طرف سے کہنا ایسا ہی تھا جیسا واعظ اثنائے وعظ میں کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں، حالانکہ اس وقت واعظ ہی بول رہا ہے، حق تعالیٰ نہیں بول رہے مگر چونکہ وہ بطور نقل کے اللہ تعالیٰ کی کتاب کا مضمون بیان کرتا ہے اسلئے اس قول کو غلط نہیں کہا جاتا، اسی طرح ابن منصور کو اس خط میں اللہ تعالیٰ

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے قول کا ناقل اور حاکی مان لینا کچھ مستبعد نہ تھا گو اس منقول میں وحی و الہام ہونے کا تفاوت ہو۔ مولانا جامیؒ نے مثنوی کو کلام الہامی ہونے کی بنیاد پر

"ہست قرآن در زبان پہلوی"

کیا قرآن میں حق تعالیٰ شانہٗ نے قرأت جبرئیل کو اپنی قرأت نہیں فرمایا،

فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ

بالخصوص جب کہ ابن منصور دعویٰ نبوت اور دعویٰ ربوبیت سے اپنا تبریہ کر رہے اور ایسے دعوے سے اللہ کی پناہ طلب کر رہے تھے۔ اور اپنے عنوان کو غلبۂ حقیقت سے جمع الجمع سے ناشی بتلا رہے تھے پھر خواہ مخواہ ان کے سر دعوے خدائی کا الزام تھوپنا اور کافر واجب القتل قرار دینا کسی طرح درست نہ تھا۔

کیا تاویلات سے ہر متکلم بکلمۃ الکفر الزام کفر سے بچ سکتا ہے؟

ف۔ یہ شبہ نہ کیا جائے کہ ایسی تاویلات سے تو ہر متکلم بکلمۃ الکفر الزام کفر سے بچ سکتا ہے، تو کسی کی بھی تکفیر ممکن نہ ہوگی، جواب یہ ہے کہ جس شخص کی زبان یا قلم سے کلمۂ کفر صادر ہو اگر وہ معنی کفر کا التزام کرے تو کسی تاویل کی ضرورت نہیں، بلکہ اس پر حکم کفر لگا دیا جائے گا اور اگر وہ معنی کفر کا التزام نہ کرے بلکہ اس سے اپنی برارت ظاہر کرے اور کلام میں دوسرے معنی کا احتمال بھی ہو یا وہ خود اپنے کلام کے دوسرے معنی بیان کرے جن کا لغتہً یا عرفاً یا اصطلاحاً کلام متحمل ہو، تو اس صورت میں تکفیر جائز نہیں، یا اگر اس سے برارت بھی منقول نہ ہو لیکن کوئی وجہ صحت کی اس میں نکل سکتی ہو تب بھی تکفیر جائز نہیں، اگرچہ وہ وجہ بعید ہو، بخصوص جب کہ اس قائل میں آثار قبول و اصلاح کے غالب ہوں۔

خلاصہ یہ کہ سوءظن کے لئے دلیل قوی کی ضرورت ہے، حسن ظن کے لئے سوءظن کی دلیل کا نہ ہونا ہی کافی ہے دلیلہ قولہ تعالیٰ۔

لولا جاؤا علیہ باربعۃ شہداء فاذ لم یأتوا بالشہداء فاولٰئک عند اللہ ہم الکاذبون۔ الآیۃ۔

صورت مذکورہ میں واقعہ یہ ہے کہ ابن منصور کا عنوان کتاب دوسرے معنی کا محتمل

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھا، کیونکہ انہوں نے صراحۃً انا الرحمٰن الرحیم نہیں کہا تھا کہ میں خود رحمٰن الرحیم ہوں، بلکہ اپنی کتاب کے مضمون کو رحمٰن رحیم کی طرف سے کہا تھا، جس میں ایک احتمال تو وہ ہے جو اخیر میں بیان کیا گیا ہے کہ نقل وحکایت کے طور پر ایسا کہا گیا ہو، دوسرا احتمال وہ ہے جسکو خود ابن منصور نے بیان کیا تھا کہ عین جمع اور جمع الجمع کے غلبہ سے کہا گیا ہے اور معنی کفر سے وہ صاف طور پر اپنا تبریہ کر رہے تھے تو اس صورت میں ظاہر عنوان سے تکفیر کی اصلا گنجائش نہ تھی

شیخ ابوالقاسم نصرآبادی کا ابن منصور کو موحد تسلیم کرنا | ف ۔ شیخ ابوالقاسم نصرآبادی جسطرح مشائخ صوفیہ میں اپنے وقت میں یکتا تھے، علمائے ظاہر میں بھی ان کا مرتبہ بہت بلند تھا، کہ محدثین نے ان کو ثقات حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے، ان کا ابن منصور کو قبول کرنا اور صاحب احوال صحیحہ تسلیم کرنا جسطرح صوفیہ پر حجت ہے، اُسی طرح علمائے ظاہر پر بھی۔ پس اگر تسلیم کر لیا جائے کہ ابن منصور کی زبان سے کسی وقت انا الحق نکلا تھا، تو اسکا وہ مطلب نہ تھا جو عام لوگوں نے سمجھا کہ معاذ اللہ وہ اپنے کو خدا کہتے تھے۔ بلکہ اس کا منشا کچھ اور تھا جسکی تفصیل اشعار الغیور میں آئے گی) ورنہ ابوالقاسم نصرآبادی جیسے حافظ حدیث اور متبع سنت ان کے ہرگز معتقد نہ ہوتے، حالانکہ وہ ابن منصور کے اس درجہ معتقد تھے کہ انبیاء وصدیقین کے بعد انہیں کو موحد کہتے تھے۔ چنانچہ خطیب نے تاریخ بغداد میں بیان کیا ہے ۔

وقال محمد بن الحسین سمعت ابراھیم بن محمد النصراباذی وعوتب فی شیئ حکی عنہ لیعنی عن الحلاج فی الروح فقال لمن عاتبہ ان کان بعد النبیین والصدیقین موحد فھو الحلاج ۔ یعنی محمد بن حسین حافظ نے بیان کیا کہ میں نے ابراہیم بن محمد نصرآبادی سے سنا جب کہ ان پر حلاج کا ایک کلام روح کے متعلق نقل کرنے پر عتاب کیا گیا۔ انہوں نے عتاب کرنے والے سے فرمایا، کہ انبیاء وصدیقین کے بعد اگر کوئی موحد ہے تو حلاج ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ ابوالقاسم نصرآبادی ابن منصور کو موحد کامل جانتے اور ان کے اقوال موحشہ موہمہ کو غلبۂ انوار توحید سے ناشی سمجھتے تھے۔

۲۔ ابوالعباس بن عطاؒ اور آپکی طرف سے ابن منصور کی تائید | دوسرے بزرگ جنہوں

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

نے ابن منصور کو قبول کیا، ان کو بزرگوں میں شمار کیا اور انکی تائید و موافقت میں اپنی جان تک دیدی۔ ابو العباس بن احمد بن محمد بن سہل بن عطاء ہیں جنکا تذکرہ طبقات شعرانی میں بہت تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے۔

كان من ظراف مشائخ الصوفيه وعلمائهم له لسان فى فهم القران مختص به صحب الجنيد وابراهيم المارستانى ومن فوقهم من المشائخ وكان ابوسعيد الخراز رضى الله عنه يعظم شانه حتى قال التصوف خلق ومارأيت من اهله الا الجنيد وابن عطاء مات سنة تسع او احدى عشرة وثلثمائة اه صـ ۸۱ ج ۱

یعنی وہ مشائخ صوفیہ کے ہوشیاروں میں اور ان کے علماء میں سے تھے، فہم قرآن میں ان کو خاص زبان عطا ہوئی تھی، جو انہیں کے ساتھ مخصوص تھی، جنید، ابراہیم مارستانی اور ان سے بھی اونچے درجے کے مشائخ کی صحبت میں رہے، ابو سعید خراز ان کی بہت تعظیم کرتے تھے، ان کا قول ہے کہ تصوف اخلاق کا نام ہے اور میں نے اہل تصوف میں سے کسی کو نہیں دیکھا بجز حضرت جنید اور ابن عطاءؒ کے، انکی وفات ۳۰۹ھ یا ۳۱۱ھ میں ہوئی (میں کہتا ہوں پہلا قول صحیح ہے جیسا آئندہ معلوم ہوگا اور اوپر بھی گذر چکا ہے کہ ان کا انتقال ابن منصور کے واقعہ میں ہوا ہے اور ابن منصور کی وفات ۳۰۹ھ میں ہے) اور ابو سعید خراز جن سے ابو العباس ابن عطاء کی اس قدر تعظیم منقول ہے وہ ذوالنون مصری اور سری سقطی اور بشر حافی وغیرہم کے اصحاب میں سے ہیں۔ طبقات شعرانی میں ان کو صوفیہ اور اجلہ مشائخ میں شمار کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ صوفیہ میں سب سے پہلے علم فنا و بقا میں کلام کرنے والے ابو سعید خراز تھے

ابو سعید خراز اور ابو العباس رواۃ حدیث میں سے ہیں | صفوۃ الصفوۃ میں ان کا تذکرہ مفصل موجود ہے۔ اور اس میں جنید کا یہ قول بھی ہے لوطالبنا الله بحقيقة ما عليه ابو سعيد الخراز لهلكنا قال على فقلت لابراهيم واى شيئ كان حاله قال

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

اقام کذا او کذا سنۃ یحرز مافاتہ الحق بین الخرزین اھ صہ ۲۴۵ ج ۲

یعنی اگر اللہ تعالیٰ ہم سے اس حقیقت کا مطالبہ فرمائیں، جس پر ابوسعید خراز تھے تو ہم ہلاک ہو جائیں۔ راوی نے ابراہیم سے پوچھا کہ ان کا کیا حال تھا؟ کہا وہ لتنے برس ہوتہ، گانٹھنے میں رہے دو گانٹھوں کے درمیان کبھی حق (تعالےٰ کا مراقبہ) ان سے فوت نہیں ہوا۔

اسند ابوسعید عن عبداللہ بن ابراھیم الغفاری وابراھیم بن بشار صاحب ابراھیم بن ادھم توفی سنۃ سبع و سبعین وقیل ست وثمانین ومائتین۔

یعنی انہوں نے عبداللہ بن ابراہیم غفاری اور ابراہیم بن بشار سے حدیث روایت کی سنہ دو سو ستتر ۲۷۷ یا دو سو چھیاسی ۲۸۶ میں وفات پائی صہ ۲۴۷ ج ۲

ابوالعباس بن عطاء محض صوفی نہ تھے بلکہ محدث بھی تھے، صفۃ الصفوۃ میں ہے:۔

اسند ابوالعباس بن عطاء عن یوسف بن موسیٰ القطان والفضل بن زیاد صاحب احمد بن حنبل فی طبقتھا توفی فی ذی العقدہ سنۃ تسع وثلاث مأۃ رحمہ اللہ تعالیٰ صہ ۲۵۱ ج ۲

"روزانہ پورا قرآن ختم کرتے تھے اور رمضان شریف میں ہر دن تین بار ختم کرتے تھے، اور فہم معانی قرآن کے لئے جو ایک تلاوت شروع کی تھی اس میں چودہ برس کے اندر نصف قرآن تک بھی نہ پہونچے" صفۃ الصفوۃ صہ مذکور۔

اس سے علوم قرآن کے ساتھ اُنکی خاص مناسبت ظاہر ہے۔ وہ جسقدر ابن منصور کے معتقد تھے ان کے واقعۂ وفات سے معلوم ہو چکا ہے کہ کس طرح صاف صاف ابن منصور کی تائید و حمایت کی، اور وزیر کو کیسا سخت سخت سنایا، حق کے یہی ان کے قتل کا سبب ہوا۔

۳۔ امام محمد بن خفیف ضبی شیرازیؒ اور آپ کا ابن منصور کا معتقد ہونا،

تیسرے بزرگ جو ابن منصور کے ماننے والوں میں تھے ابوعبداللہ محمد بن خفیف ضبی ہیں، جنکا تذکرہ طبقات کبریٰ میں حسب ذیل ہے:۔

اقام بشیراز وھو شیخ المشائخ واوحدھم فی وقتہ کان

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

عالما بعلوم الظاهر والحقائق حسن الاحوال فی المقامات والاحوال وجمیع الاخلاق والاعمال مات رضی اللہ عنہ سنۃ احدی وسبعین وثلثمائۃ اھ ص ۱۳ ج ۴ یعنی یہ شیراز میں مقیم ہو گئے تھے، اپنے وقت میں شیخ المشائخ اور یکتا بزرگ تھے، علوم ظاہر کے بھی عالم تھے اور علوم حقائق کے بھی، مقامات واحوال اور تمام اخلاق واعمال میں آنکی بہت اچھی حالت تھی اھ۔

سمعانی نے نسبت شیراز کے تحت میں ان کا تذکرہ حسب ذیل کیا ہے:۔

ابوعبد اللہ محمد بن خفیف الشیرازی سید من السادات اھل فارس فی التصوف والاشارات والمعرفۃ کان امامامرضیا صاحب کرامات یروی عن حماد وعبد الملک بن جنید بن رواحۃ ولقی قومل الجصاص وھشام بن عبدان واحوالہ وحکایاتہ مشھورۃ مسطورۃ مات فی رمضان ۳۷۱ھ ومن اصحابہ ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن باکویہ الشیرازی الصوفی روی عنہ ابوالقاسم القشیری والبیھقی وجماعۃ یروی الحدیث عن ابی عبد اللہ محمد بن خفیف وغیرہ اھ ملخصا ورق ۳۴۴۔ یعنی ابوعبد اللہ محمد بن خفیف شیرازی اہل فارس کے بزرگوں میں سے بڑے بزرگ تھے تصوف اور اشارات ومعرفت میں مشہور تھے اور مقبول خاص وعام، صاحب کرامات امام تھے، حماد اور عبد الملک بن جنید سے حدیث روایت کرتے ہیں، قومل جصاص اور ہشام بن عبدان سے بھی ملاقات کی ہے ان کے احوال وحکایات مشہور اور کتابوں میں مسطور ہیں۔ رمضان ۳۷۱ھ میں وفات پائی، ان کے اصحاب میں سے ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن باکویہ شیرازی صوفی بھی ہیں، جن سے ابوالقاسم قشیری اور بیہقی وغیرہ روایت کرتے ہیں، اور وہ محمد بن خفیف سے

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

حدیث روایت کرتے ہیں۔ اھ

پس محمد بن خفیف جیسے مسلم امام کا ابن منصور کا معتقد ہونا اور قید خانہ میں جا کر ان سے صبر، فقر اور فتوت کی حقیقت دریافت کرنا اور اُنکی کرامات بیان کرنا، ابن منصور کے صوفی و عارف اور مقبول ہونے کی کافی دلیل ہے۔

۴ **امام ابو بکر شبلیؒ اور ابن منصور سے آپ کا تعلق** چوتھے بزرگ ابن منصور کو ماننے والے حضرت ابو بکر شبلی تھے، اوپر گذر چکا ہے کہ وہ خود ابن منصور کے پاس جیل خانہ میں جاتے اور ان سے علوم حقائق میں گفتگو کرتے تھے، بعض مرتبہ فاطمہ نیشاپوریہ کو پیغام دیکر بھیجتے اور حقیقت تصوف دریافت کرتے ابو بکر شبلی کی جلالت شان علمائے ظاہر اور اہل باطن دونوں کے نزدیک مسلّم ہے۔ صفۃ الصفوۃ میں ہے:۔

صحب الشبلی الجنید وطبقتہ و تفقہ علے مذھب مالک وکتب الحدیث الکثیر ص ۲۶۰ ج ۲ یعنی شبلی حضرت جنید اور اُنکے طبقہ والوں کی صحبت میں رہے، مذہب مالک میں فقہ حاصل کیا اور حدیثیں بہت لکھیں۔

طبقات کبریٰ شعرانی میں ہے:۔

تاب فی المجلس خیر النساج وصحب ابا القاسم الجنید و من عاصرہ من المشائخ وصار اوحد اھل الوقت علما وحالا وظرفا تفقہ علے مذھب امام مالکؒ وکتب الحدیث الکثیر، عاش سبعا وثمانین سنۃ ومات سنۃ اربع وثلاثین وثلثمائۃ اھ ص ۸۹ ج ۱ یعنی انہوں نے خیر نساج کی مجلس میں توبہ کی اور ابو القاسم جنیدؒ اور ان کے ہمعصر مشائخ کی صحبت حاصل کی، اور اپنے وقت میں علم، حال اور ظرف میں یکتا ہو گئے ۳۳۴ھ میں وفات پائی:۔

خطیب نے تاریخ بغداد میں ابن منصور کے متعلق اُن کا یہ قول ذکر کیا ہے:۔

انبأنا ابن الفتح انبأنا محمد بن الحسین قال سمعت منصور

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

بن عبد اللہ یقول سمعت الشبلی یقول کنت انا والحسین
بن منصور شیئا واحدا الا انہ اظہر وکتمت ۔ میں اور ابن منصور
دونوں ایک ہی ہیں (یعنی میرا بھی وہی حال ہے جو اُن کا ہے) مگر فرق اتنا
ہے کہ، انہوں نے (اپنا حال) ظاہر کر دیا اور میں نے چھپائے رکھا)

ف ۔ حضرت شبلی جیسے امام طریق کی یہ شہادت معمولی شہادت نہیں، اُن کے نزدیک ابن منصور کا قصور اس سے زیادہ نہ تھا کہ جن اسرار وحقائق کو وہ نااہلوں کے سامنے ظاہر نہ کرتے تھے ابن منصور نے ان کو ظاہر کر دیا، جس کی وجہ سے عوام میں بدنام ہوئے اور خواص ان کی حمایت سے عاجز ہو گئے۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کلموا الناس علے قدر عقولھم لوگوں کے سامنے انکی عقل وفہم کے اندازہ سے گفتگو کرو۔ مگر ابن منصور نے حضرت شبلی کے اس الزام کے جواب میں قسم کھا کر یہ کہا ہے کہ

"میں نے محبوب کے کسی راز کو ظاہر نہیں کیا (صرف اپنی محبت (فنا) کو ظاہر کیا ہے)" واللہ اعلم

تو اب خطا ان کی ہے جنہوں نے غلبۂ حال کو نہ پہچانا اور یہ گمان کر لیا کہ ابن منصور عمداً بدرستی ہوش وحواس ایسی باتیں کہہ رہے ہیں۔

قال محمد بن الحسین، وسمعت منصور ایقول سمعت بعض اصحابنا یقول وقف الشبلی علیہ وھو مصلوب فنظر الیہ وقال الم ننھک عن العالمین۔ محمد بن حسین حافظ کہتے ہیں میں نے منصور بن عبداللہ سے سُنا کہ ہمارے بعض اصحاب بیان کرتے ہیں کہ جب ابن منصور سولی پر لٹکا دیئے گئے تو شبلی نے وہاں کھڑے ہو کر ابن منصور کو دیکھا اور فرمایا کیا ہم نے تم کو جہان والوں سے روکا نہ تھا؟

ف ۔ غالباً ان کو نصیحت کی ہو گی کہ تم مغلوب الحال ہو اور ایسے شخص کو پوری طرح خلوت میں رہنا چاہیئے، کسی سے ملنا ملانا مناسب نہیں، مبادا غلبۂ حال میں زبان سے علوم اسرار وحقائق کا ظہور ہو جائے اور عوام اُن کچھ کا کچھ بنا دیں۔ اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ ابن منصور

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

کا قصور اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ غلبۂ حال میں لوگوں سے ملتے رہے اور ان کے سامنے باتیں کرتے رہے، ایسی حالت میں ان کو خلوت کاملہ اختیار کرنا اور لوگوں کو اپنے پاس آنے سے روک دینا لازم تھا۔ یہاں تک کہ غلبۂ حال زائل ہو جاتا۔

بہرحال شبلیؒ کے نزدیک ابن منصور، صاحب احوال اور صاحب اسرار ضرور تھے مگر مغلوب الحال، زندیق و ساحر وغیرہ ہرگز نہ تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۵۔ امام ابوالقاسم قشیری اور ابن منصور کے بارے میں آپ کی رائے ف۔ پانچویں بزرگ ابن منصور کے ماننے والے، ان کے اقوال کو مشائخ صوفیہ کے ساتھ نقل کرنے والے، امام ابوالقاسم عبدالکریم القشیری ہیں۔ جنکا رسالہ قشیریہ علم تصوف میں نہایت مستند، قیمتی اور مقبول رسالہ ہے۔ سمعانی نے نسبت قشیری کے تحت میں ان کا تذکرہ حسب ذیل کیا ہے۔

ومن المتاخرين المشهورين بخراسان الاستاذ الامام ابوالقاسم عبد الله بن هوازن بن عبد الملك بن طلحة القشيري احد مشاهير الدنيا بالفضل والعلم والزهد واولاده ابو سعد عبد الله وابو سعيد عبد الواحد وابو منصور عبد الرحمن وابو نصر عبد الرحيم وابو الفتح عبيد الله وابو المظفر عبد المنعم حدثوا جميعا بالكثير روى لي عن الاستاذ قريب من خمسة عشر نفسا وعن اولاده الثلثة الاول جماعة كثيرة وادركت ابا المظفر وقرأت عليه الكثير اھ۔

(ترجمہ) یعنی متاخرین میں سے خراسان میں جو اس نسبت کے ساتھ مشہور ہیں وہ استاذ امام ابوالقاسم قشیری ہیں، جو دنیا میں فضل و علم و زہد کے ساتھ مشہور ہیں، ان کی اولاد میں سے چھ بیٹوں نے بہت حدیثیں روایت کی ہیں اور حضرت استاذ کی حدیثیں مجھے پندرہ محدثین سے پہنچی ہیں اور ان کے تین بیٹوں ابوسعد و ابوسعید و ابونصر سے بہت لوگوں نے روایت کی ہے اور ابوالمظفر سے میں خود ملا ہوں اور ان سے بہت حدیثیں پڑھی ہیں اھ۔

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

علامہ شعرانی طبقات کبریٰ میں لکھتے ہیں:-

وقد اشار القشیری الی تزکیتہ حیث ذکر عقیدتہ مع عقائد اہل السنۃ اول الکتاب فتحا لباب حسن الظن بہ ثم ذکرہ فی اواخر الرجال لاجل ما قیل فیہ اھ ص ۹۲ ج ۱ (ترجمہ) یعنی امام قشیری نے ابن منصور کے تزکیہ (اور تبریہ) کی طرف اشارہ کر دیا ہے کیونکہ انہوں نے ابن منصور کے عقیدہ کو عقائد اہل سنت کے ساتھ اپنی کتاب کے شروع میں بیان کرکے باب حسن ظن کا افتتاح کیا ہے، پھر مردان طریق کے پیچھے بھی ان کا ذکر کیا کیونکہ ان کے متعلق کچھ سے کچھ کہا گیا ہے (بہرحال امام قشیری جیسے محدث صوفی کا ابن منصور کے تزکیہ و تنزیہ پر اشارہ کرنا ان کے صوفی، عارف و مقبول ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے)

۶- شیخ ابن عربی قدس سرہ کی ابن منصور سے عقیدت ف. چھٹے بزرگ ابن منصور کے ماننے والے شیخ ابن عربی قدس اللہ سرہ العزیز ہیں. چنانچہ اوپر حافظ ابن حجر کا قول لسان المیزان کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ ابن عربی، صاحب الفصوص، حسین بن منصور کی تعظیم کرتے اور جنید میں کلام کرتے تھے. اور شیخ ابن عربی کا درجہ مشائخ صوفیہ کے نزدیک تو بہت بلند ہے، علمائے ظاہر بھی ان کی جلالت شان کے معترف ہیں. لسان المیزان میں حافظ ابن حجر نے ذہبی کی جرح کو رد کرکے بہت سے محدثین کے اقوال، انکی توثیق و تعدیل میں نقل کئے ہیں، چنانچہ ابن النجار و ابن نقطہ و ابن العدیم اور زکی مندری و ابن الابار وغیرہم کے اقوال ان کی مدح و ثنا میں چار صفحات کے اندر بیان کئے ہیں. ص ۳۱۲ تا ۳۱۵ ج ۵.

طبقات کبریٰ شعرانی میں ان کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کیا گیا ہے:-

اجمع المحققون من اہل اللہ عزوجل علی جلالتہ فی سائر العلوم کما یشہد لذلک کتبہ وما انکر من انکر علیہ الا لدقۃ کلامہ لا غیر فانکروا علی من یطالع کلامہ من غیر سلوک طریق الریاضۃ وقد ترجمہ الشیخ صفی الدین ابن ابی

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

المنصور وغیرہ بالولایۃ الکبری والصلاح والعرفان والعلم
اور ان الفاظ پر ختم کیا ہے۔ وکان الشیخ عزالدین بن عبدالسلام
شیخ الاسلام یحط علیہ کثیرا فلما صحب الشیخ ابا الحسن الشاذلی رضی
اللہ عنہ وعرف احوال القوم صار یترجمہ بالولایۃ والعرفان والقطبیۃ مات
سنۃ ثمان وثلاثین وست مائۃ اھ ص ۱۶۰ ج ۱ (ترجمہ) محققین اہل اللہ
نے جملہ علوم میں اُنکی جلالت پر اجماع کیا ہے۔ جیسا انکی کتابیں اس پر شاہد ہیں،
اور جس نے بھی ان پر انکار کیا ہے، محض وقت کلام کی وجہ سے انکار کیا ہے اور
کچھ نہیں۔ اسی لئے صوفیہ نے ان لوگوں پر انکار کیا ہے جو ان کی کتابیں بدون سلوک
وریاضت کے مطالعہ کرتے ہیں۔ شیخ صفی الدین وغیرہ نے ان کو ولایت کبریٰ
اور صلاح ومعرفت وعلم سے موصوف کیا ہے۔ شیخ عزالدین بن عبدالسلام
شیخ الاسلام مصر ان پر بہت اعتراض کیا کرتے تھے۔ مگر جب شیخ ابوالحسن
شاذلیؒ کی صحبت میں پہونچے اور جماعت (صوفیہ) کے احوال سے معرفت حاصل
ہوئی تو ابن عربی کو ولایت وعرفان اور قطبیت سے موصوف کرنے لگے اھ۔
پس ابن منصور کے صوفی، عارف ہونے کے لئے شیخ ابن عربی کا ان کو ماننا، اُنکی حمایت
کرنا اور تعظیم سے یاد کرنا بس ہے فان القول ماقالت حذام۔

۷۔ غوث اعظم سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی ابن منصور کے بارے میں رائے

ف۔ ساتویں بزرگ ابن منصور کو معذور ماننے والے حضرت
سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ ہیں۔

وکان رضی اللہ عنہ یقول عثر الحسین الحلاج فلم یکن فی زمنہ
من یأخذ بیدہ وانا لکل من عثر مرکوبہ من اصحابی ومریدی
ومحبی الی یوم القیامۃ اخذ بیدہ (طبقات کبریٰ شعرانی ص ۱۰۸ ج ۱)
(ترجمہ) آپ فرماتے تھے کہ حسین (بن منصور) حلاج کو (طریق میں) ایک دشواری
پیش آگئی تھی تو ان کے زمانہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو اُن کا ہاتھ پکڑ لیتا اور سلامتی

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے ساتھ اس دشواری سے نکال دیتا، اور میں اپنے اصحاب و مریدین اور محبین میں سے ہر اس شخص کا ہاتھ پکڑنے والا ہوں جسکی سواری کو ٹھوکر لگ جائے۔

ف :- اس ارشاد سے صاف ظاہر ہے کہ ابن منصور آپ کے نزدیک سالکان طریق میں سے تھے، مگر ایک دشواری میں پھنس گئے تھے جس سے کسی نے ان کو نہ نکالا۔ بہر حال حضرت سیدنا غوث اعظم نے ابن منصور پر انکار نہیں فرمایا بلکہ ان کو ایک گونہ معذور قرار دیا، آپ کے اس کلام میں اگر کچھ انکار ہے تو اس زمانہ کے مشائخ پر ہے کہ کسی نے بھی ابن منصور کی دستگیری نہ کی۔

ابن منصور کے مشائخ نے ان کی دستگیری کیوں نہ کی؟ یہ شبہہ نہ کیا جائے کہ اس میں حضرت جنید پر بھی انکار لازم آتا ہے، جواب یہ ہے کہ حضرت جنید کی وفات ۲۹۷ھ یا ۲۹۸ھ میں ہو چکی تھی کمافی صفوۃ الصفوۃ۔ اور ابن منصور کا واقعہ ابتلاء ۳۰۹ھ میں آپکی وفات کے گیارہ بارہ برس بعد پیش آیا۔ اگر وہ اس وقت موجود ہوتے تو غالباً ضرور دستگیری فرماتے، اسی طرح شیخ عمرو بن عثمان مکی کی وفات ۲۹۶ھ میں ہو چکی تھی اور شیخ ابو الحسن نوری کا انتقال ۲۹۵ھ میں ہو چکا تھا، اور یہی تین مشائخ تھے جن سے ابن منصور نے رجوع کیا تھا، باقی جو مشائخ تھے ان کے معاصر تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اور یہاں سے اس قول کا بے بنیاد ہونا بھی واضح ہو گیا جو لوگوں میں مشہور ہے کہ حضرت جنید کو ابن منصور کے جواز قتل پر فتوے لکھنے کے لئے مجبور کیا گیا اور انہوں نے علماء کا لباس پہنکر فتویٰ لکھا۔ حضرت جنید کا انتقال گیارہ بارہ برس پہلے ہو چکا تھا۔ وہ اس وقت فتوے لکھنے کہاں سے آتے۔

۸۔ **شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ** ف۔ آٹھویں بزرگ ابن منصور کو ماننے والے حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ ہیں۔ آپ نے اپنی کتاب تذکرۃ الاولیاء میں ان کا ذکر جمیل بہت تفصیل کے ساتھ کیا ہے (جو ہم نے اس کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ اول کے مختصراً لکھدیا ہے اور اس پر کافی بحث کر دی ہے) حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ کی جلالت شان اس سے ظاہر ہے کہ مولانا رومیؒ انکی شان میں فرماتے ہیں ؎

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہفت شہر عشق را عطار گشت
ما ہنوز اندر خم یک کوچہ ایم

اور مثنوی میں اُن کا کلام بطور دلیل و حجت کے لاتے ہیں اور اسکی شرح فرماتے ہیں۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی مدح ابن منصور

ف۔ نویں بزرگ ابن منصور کو ماننے حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ ہیں۔ آپ نے مثنوی معنوی میں ان لوگوں کو بہت بُرا بھلا کہا ہے جنہوں نے ابن منصور کو ناحق سولی دی، چنانچہ فرماتے ہیں ؎

چوں قلم در دست غدارے فتاد
لاجرم منصور بردارے فتاد

اس میں غدار سے مراد وہ وزیر ہے جو ابن منصور کا دشمن ہوگیا تھا، جس نے علماء کو ان کی تکفیر پر مجبور کیا۔ جیسا آئندہ واضح ہوگا۔ نیز ابن منصور کی مدح میں مولانا فرماتے ہیں ؎

گفت فرعونے انا الحق گشت پست
گفت منصورے انا الحق گشت مست

لعنۃ اللہ این انا را در قفا
رحمۃ اللہ این انا را در وفا

اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان علمائے ظاہر اور علمائے باطن دونوں کے نزدیک مسلّم ہے، اُن کا ابن منصور کو ماننا اور مدح و ثنا کرنا، ابن منصور کے صوفی، عارف و مقبول ہونے کی کافی دلیل ہے۔

۱۰۔ علامہ شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ

ف۔ دسویں بزرگ ابن منصور کو ماننے والے شیخ عبدالوہاب شعرانی ہیں۔ جو اپنے وقت میں علوم ظاہر و باطن کے مسلّم امام تھے۔ آپ نے اپنی کتاب طبقات کبریٰ میں جو طبقات صوفیہ کے لئے مخصوص ہے ابن منصور کو اولیاء میں شمار کیا، ان کے عارفانہ اقوال سے کتاب کو زینت دی اور تصریح کردی ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ ابن منصور صوفیائے کرام میں سے تھے۔ جیسا اوپر گذر چکا

یہ تلک عشرۃ کاملۃ دس بزرگ تو وہ ہیں جو علمائے ظاہر و باطن سب کے نزدیک مسلّم ہے۔ عرب و عجم اُن کی عظمت و جلالت شان کے معترف ہیں۔ ان حضرات میں سے ایک بزرگ کا بھی کسی کو ولی اور صوفی کہدینا اس کی سعادت و کامیابی کی بڑی دلیل ہے، پھر جس کو یہ سب قبول کریں اس کے درجہ کا کیا پوچھنا۔ اسکے بعد مصر و شام اور ہندوستان کے صوفیائے کرام و علمائے عظام کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔ جو ابن منصور کو صوفیہ اور اولیاء میں شمار کرتے تھے اور

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

شمار کرتے ہیں

۱۱۔ شیخ عبد القدوس گنگوہی کی طرف سے ابن منصور کی مکمل تائید و حمایت

ف۔ منجملہ ان کے حضرت سیدنا الشیخ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہ ہیں جو سلسلۂ قدوسیہ چشتیہ صابریہ کے امام اور غایت درجہ متبع شریعت تھے آپ ابن منصور کے بڑے حامی تھے اور بعض علمائے دہلی نے جب ابن منصور پر انکار کیا تو حضرت شیخ نے ان کو سخت جواب دیا اور ابن منصور کی پوری حمایت کی۔ حضرت اقدس سیدی حکیم الامت دامت برکاتہم نے رسالۃ السنۃ الجلیلہ میں کتاب انوار العارفین سے حسب ذیل واقعہ نقل فرمایا ہے جو ترجمہ کی صورت میں لکھا جاتا ہے کہ

جب حضرت شیخ عبد القدوس قدس اللہ سرہ اپنے وطن سے دہلی تشریف لاتے اور وہاں کے اکابر کو خبر پہونچتی تو ان کی فرودگاہ پر حاضر ہوتے، شیخ کثیر السماع تھے۔ ان کا سماع انتہائی شورش اور سکر میں تھا اثنائے سماع میں پُرجوش کلمات ان کی زبان سے صادر ہوتے۔ ایک مرتبہ دہلی کے اندر ایک بڑی محفل میں کہ علماء بھی اس میں موجود تھے شیخ وجد میں کھڑے ہو گئے۔ درمیان میں فرمایا۔ منصور کو نادانوں نے قتل کیا۔ جب یہ کلمہ کئی بار رقص (حرکت وجدیہ) کی حالت میں زبان سے نکلا تو اکابر علمائے موجودین میں سے ایک عالم نے بے چین ہو کر اس زمانہ کے بڑے علماء میں سے ایک عالم کا نام لے کر کہا کہ اس جماعت کو جس نے منصور کو قتل کیا، کیونکر نادان کہا جا سکتا ہے جب کہ ان میں ایسے موجود تھے، شیخ نے اسی طرح شورش اور جوش کے ساتھ کہا کہ میں اُن سب کو کہتا ہوں۔ اس عالم نے پھر کہا کہ اے شیخ ان جیسے عالم کو کس طرح نادان کہا جا سکتا ہے کہ جب اُن کے پاس یہ خبر پہونچی کہ منصور کے قطرات خون سے انا الحق کا نقش پیدا ہوا تو ان بزرگ نے اپنی دوات زمین پر پٹک دی اور کہا یہ اگر حق ہے تو (بات) کیا ہے۔ سیاہی جو اُن کی دوات سے گری، اُس سے اللہ کا نقش پیدا ہوا۔ شیخ نے پہلے سے زیادہ جوش میں آکر فرمایا کہ عجب نادان ہیں تصرف حق کا اثر ایک غیر جاندار میں تو ظاہر ہو اور اس میں (منصور میں) نہ ہو۔ حضرت حکیم الامت نے یہ واقعہ نقل فرما کر ایک اشکال کا بھی جواب دیا ہے جو اس پر وارد ہوتا ہے۔ اشکال یہ ہے کہ کیا منصور کا یہ دعوے خلاف شریعت نہ تھا جو اُن کے قاتلوں کو نادان بتلایا۔

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

حل ۔ اگر منصور یہ قول اختیاراً کہتے اور معنی متبادر ہی مراد لیتے تو بیشک شریعت کے خلاف تھا۔ ہنوز یہی دونوں مقدمات یقینی نہیں اور اگر اضطراراً اس کا صدور ہوا ہو جیسے نائم (سونے والے) سے کوئی کلام صادر ہو تو اس حالت میں متکلم مرفوع القلم ہے۔ اب یہ بات رہی کہ انکی حالت اختیار کی تھی یا نہیں؟ یہ امر اجتہادی ہے جس کا اصل معیار تو یہ تھا کہ جو حضرات ایسے احوال کے مبصر اور عارف ہیں ان سے رائے لی جاتی،

جیسے کوئی ایسا شخص جسکا جنون عام طور پر بیّن (ظاہر) نہ ہو، مگر اطبائے حاذق علامات سے جنون تشخیص کریں، اگر اپنی بی بی کو طلاق دیں، تو اہل فتوے کے ذمہ واجب ہے کہ اطباء کے قول کو حجت سمجھکر طلاق کا فتویٰ نہ دیں۔ مگر یہ وجوب اسی وقت ہے جب قرینہ سے جنون کا احتمال بھی ہو، اور اگر احتمال ہی نہ ہو تو وہ طلاق کے فتوے میں معذور ہوں گے، پھر اگر اطبا یہ فتویٰ سنکر مفتی کو ناداں یعنی فن تشخیص سے ناواقف کہیں مگر عاصی نہ کہیں، تو ان پر بھی کوئی ملامت نہیں

پس شیخ نے اپنی بصیرت سے منصور کے اس عذر کو سمجھا اور اہل فتوے کو اس عذر کا احتمال بھی نہ ہوا، تو نہ اہل فتوے عاصی ہیں، نہ شیخ پر ان کو ناداں یعنی حقیقت سے ناواقف کہنے میں کوئی اعتراض ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ ان کو عاصی نہیں کہتے۔ رہا یہ کہ شیخ کو غصہ کیوں آیا، جواب یہ ہے کہ یہ صورۃً غصہ ہے، اور حقیقت میں رنج ہے۔ جیسے مثال بالا میں طبیب اس پر رنج کرے کہ افسوس غریب کا گھر ویران ہو گیا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابتداءً تو رنج سے ہوئی ہو مگر معترض نے جب بے اصول گفتگو شروع کی اس وقت شیخ کو غصہ آگیا ہو، مگر وہ غصہ معترض پر ہے، اہل فتوے پر نہیں۔

اب یہ بات رہی کہ وہ عذر کیا تھا؟ سو شیخ نے اس عذر کی طرف اپنے اس قول میں خود ارشاد فرمایا ہے۔

"زہے ناداں کہ سریان حق در جادے (یعنی در سیاہی) ظاہر شود و داں (یعنی در منصور) نہ (ظاہر شود)"

اور سریان سے مراد تصرف کا سریان ہے جیسے شجرۂ طور بلا اختیار کلمہ انی انا اللہ کا مظہر تصرف حق سے ہو گیا۔

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

اور دوسرے احتمال سے بھی جواب ہو سکتا ہے کہ معنی متبادر مراد نہ تھے بلکہ انا الحق میں حق کے وہی معنی تھے جو اس آیت میں ہیں والوزن یومئذ الحق یعنی الواقع الثابت اور اس میں ان سوفسطائیہ کا رد ہو گیا جو حقائق اشیاء کو غیر ثابت کہتے ہیں۔ چونکہ وحدت الوجود کے پردہ میں بعض صوفیا بھی حقائق کو غیر واقعی کہتے ہیں۔ پس منصور نے اس قسم کے وحدت الوجود کی نفی کر دی، اور جوش حق میں اسکی تفسیر نہ کی، جسطرح احمد بن حنبل نے جان دیدی اور غیرت حق کے سبب اپنے قول کی تاویل نہ کی کہ میری مراد (القرآن کلام اللہ غیر مخلوق میں) کلام سے درجہ قدیمہ ہے اور جو اس کا قائل ہو گا، وہ اس کو مخلوق نہیں کہہ سکتا، درجہ حادثہ مراد نہیں، جسکے معتزلہ اس طرح قائل ہیں کہ درجہ قدیمہ کی نفی کرتے ہیں، پس منصور پر خودکشی کا الزام بھی نہ ہو گا اھ ص ۱۳۹ ۔

بعض اشکالات کا ازالہ ف۔ اوپر گذر چکا ہے کہ ابن منصور نے اپنے قول کی شرح کر دی تھی کہ یہ ہمارے نزدیک عین جمع ہے جو ایک خاص حالت ہے، جسکی حقیقت اپنے مقام پر مذکور ہے، جس سے حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کی تائید ہوتی ہے، اور یہاں سے اس مشہور روایت کا مکرر رد ہو گیا کہ حضرت جنید کو بھی فتوٰے لکھنے پر مجبور کیا گیا تھا، اور انہوں نے علماء کا لباس پہنکر فتوٰے لکھا، اگر ایسا ہوتا تو، علماء حضرت شیخ کے سامنے سب سے پہلے حضرت جنید کا نام لیتے کہ ان کو نادان کیونکر کہا جا سکتا ہے اور یقیناً شیخ انکی نسبت نادان کا لفظ استعمال نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ وہ تو علم ظاہر و باطن دونوں کے جامع تھے۔ اوپر گذر چکا ہے کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۲۹۷ھ یا ۲۹۰ھ میں ہو چکا تھا، اور ابن منصور کا واقعۂ قتل ۳۰۹ھ میں گیارہ بارہ سال بعد ہوا اس وقت حضرت جنید کہاں تھے جو اُن سے فتوٰے لیا جاتا ؟

۱۲۔ **شیخ عبد الحق ردولوئیؒ ابن منصور کو ولی کامل سمجھتے تھے** ف۔ دوسرے حضرت سیدنا الشیخ عبد الحق ردولوی ہیں، جو سلسلہ چشتیہ کے بہت بڑے بزرگ ہیں، وہ بھی ابن منصور کو اولیاء اور صوفیہ میں شمار کرتے تھے، مگر کامل نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ ان کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ "منصور بچہ بود کہ از یک قطرہ بفریاد آمد وا اینجا مردانند کہ دریا ہا فرو برند و آروغے نہ زنند"

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

۱۳ ۔ **علامہ عبدالرؤف مصری بھی ابن منصورؒ کو ولی سمجھتے تھے** ف ۔ تیسرے علامہ عبدالرؤف مناوی محدث مصر شارح الجامع الصغیر للسیوطی ہیں، انہوں نے بھی ابن منصور کو اولیاء میں اور ان کے خوارق کو کرامات اولیاء میں شمار کیا ہے، چنانچہ جامع کرامات الاولیاء کے حوالہ سے ان کا قول اوپر نقل ہو چکا ہے ۔

۱۴ ۔ **حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کا ابن منصور پر تبصرہ** ف ۔ چوتھے حضرت سیدنا الشیخ مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ ہیں، جو سلسلۂ امدادیہ چشتیہ میں شیخ وقت اور غایت متبع سنت امام طریق تھے، آپ بھی ابن منصور کو معذور سمجھتے، اور فرماتے تھے کہ۔

"اگر میں اس وقت ہوتا تو فتوٰے قتل پر ہرگز دستخط نہ کرتا اور ان کے اقوال کی تاویل کرتا اھ سمعتہ من سیدی حکیم الامت دام مجدہ و علاہ"

ظاہر ہے کہ تاویل مقبول کے کلام کی کیجاتی ہے، ساحر و زندیق کے کلام کی نہیں کیجاتی۔ حضرت کا یہ ارشاد صاف بتلاتا ہے کہ ابن منصور ان کے نزدیک اولیائے معذورین میں سے تھے، ان کے کلام موحش وموہم کی تاویل ضروری تھی۔ فتاوٰے رشیدیہ حصہ اوّل صفحہ ۹ مطبوعہ مراد آباد میں ہے:۔

"سوال بائیسواں۔ منصور کہ جن کو زمانۂ امام یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں سولی دی گئی تھی ان کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں، وہ کیسے تھے؟"

"الجواب ۔ منصور مجبور تھے، بے ہوش ہوگئے تھے، اُن پر فتوٰے کفر کا دینا بے جا ہے، ان کے باب میں سکوت چاہیئے اُس وقت رفع فتنہ کے واسطے قتل کرنا ضرور تھا۔ فقط

صفحہ ۴۹۔

"سوال نمبر ۶۔ منصور کہ جن کو دار پر چڑھایا گیا تھا یہ آپ کے نزدیک ولی ہیں یا نہیں، اور اگر ولی ہیں تو یہ کونسی منزل میں تھے۔ قرب نوافل میں یا قرب فرائض میں اور اگر ولی نہیں ہیں تو کس دین میں ہیں؟

"الجواب ۔ بندہ کے نزدیک وہ ولی تھے اور منازل ولایت سے بندہ ناواقف

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہے اور بزرگوں کے درجات کو جاننا کام میرا اور آپ کا نہیں۔ اور کلام اپنے مرتبہ سے کرنا لازم ہے نہ اعلیٰ اپنے حال سے۔ فقط۔

۱۵۔ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کی ابن منصور کے متعلق رائے

ف۔ پانچویں حضرت اقدس سیدنا الشیخ حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا محمد اشرف علی تھانوی دامت برکاتہم ہیں، جو علم ظاہر و باطن و تربیت اور اصلاح و تجدید دین میں اپنے وقت کے مسلّم اور مشہور امام ہیں، ادام اللہ ظلہ علے العالمین۔

حضرت نے مسودہ القول المنصور کے حاشیہ میں اپنے قلم سے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"میری رائے ابن منصور کے متعلق یہ ہے، کہ وہ اہل باطل میں سے تو نہیں، اور ایسے اقوال (اور احوال جن سے ان کے صاحب باطل ہونے کا وہم ہوتا ہے) یا غلط ہیں، یا ماؤل، یا قبل دخول فی الطریق ایسے حالات ہوں، مگر اسکے ساتھ ہی کاملین میں سے نہیں، مغلوب الحال ہیں، اس لئے معذور ہیں۔ ۱۲۔ اشرف علی"

حضرت والا کو ابن منصور کے تزکیہ اور تبریہ کا جسقدر اہتمام ہے اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے ابن منصور کے اشعار کا خود ترجمہ فرمایا اور اس رسالہ کا نام اشعار الغیور بمعانی اشعار ابن منصور رکھا۔ اور ان کے تاریخی حالات کو بصورت مسودہ جمع فرمایا اور اس کا نام **القول المنصور فی ابن منصور** تجویز فرمایا۔ اسی مسودہ عربیہ کا یہ اردو مبیضہ مع بعض اضافات، ناظرین کے سامنے ہے، جسکو حضرت اقدس نے ملاحظہ فرما کر جا بجا اپنی اصلاح و نظر استحسان سے زینت بخشی ہے۔

۱۶۔ علامہ یوسف بنہانیؒ نے ابن منصور کو اولیاء میں شمار کیا ہے

ف۔ چھٹے علامہ یوسف بنہانی مؤلف کرامات الاولیاء ہیں، جو اس زمانہ کے عمدہ محققین سے ہیں۔ انہوں نے بھی ابن منصور کو اولیاء میں شمار کیا، اور اپنی کتاب جامع کرامات الاولیاءؒ میں انکی کرامات کو جمع کیا ہے۔ جیسا اوپر گذر چکا۔

نتیجہ آراء: یہ وہ حضرات ہیں جنکے اسمائے گرامی اس وقت سرسری طور پر ذہن میں آ گئے ہیں، تحقیق سے اور بھی بہت سے علماء اور اولیاء ملیں گے جنھوں نے ابن منصور کو تسلیم

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

کیا اور طبقۂ صوفیہ و جماعت اولیاء میں شمار کیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ زمانہ مابعد میں اُن مطاعن کا کوئی اثر باقی نہیں رہا جو مخالفین نے ذکر کئے ہیں۔ اور حقیقت تو یہ کہ مثنوی مولانا روم، کے ظہور کے بعد سے عام طور پر سب لوگ ابن منصور کو بڑے درجہ کے لوگوں میں شمار کرنے لگے ہیں۔

ابن منصور کی ولایت و سعادت اور علو منزلت کے لئے ان حضرات اولیائے کرام کا اپنی جماعت میں ان کو شمار کرنا، مغلوب الحال و معذور کہنا اور ان کے تبریہ و تنزیہ کا اہتمام فرمانا اتنی بڑی دلیل ہے کہ اولیاء و صوفیا میں سے ہر ایک کو یہ دولت نصیب نہیں ہوتی ؎

این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

پس مبارک باد ہے ابن منصور کو اور مرحبا ہے ان کے عشق و محبت کو کہ ایک ہزار سال سے زیادہ مدت گذر جانے پر بھی اولیاء میں ان کا نام زندہ اور ان کے عشق و وفا کا آفتاب درخشندہ ہے ؎

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

؎ اگر گیتی سراسر باد گیرد چراغ مقبلاں ہرگز نہ میرد

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

باب چہارم

اسباب تکفیر کی تحقیق

اسکے بعد مناسب ہے کہ ان اسباب وجوہ کی بھی تحقیق کی جائے جنکی بناء پر بعض لوگوں نے ابن منصور کو اہل باطل میں شمار کیا ہے۔

● پہلا سبب (مثل قرآن بنانے کا دعوےٰ) اور اس کا جواب | منجملہ ان اسباب کے ایک وہ ہے جس کو خطیب نے ابن باکویہ صوفی شیرازی کے واسطہ سے ابوزرعہ طبری سے روایت کیا ہے کہ لوگ حسین بن منصور کے متعلق اختلاف رکھتے ہیں۔ کوئی ان کو قبول کرتا (اور مانتا) ہے اور کوئی رد کرتا ہے۔ لیکن میں نے محمد بن یحییٰ رازی سے سنا کہ میں نے عمرو بن عثمان کو ابن منصور پر لعنت کرتے اور یہ کہتے ہوئے سُنا کہ اگر میں اُس پر قابو پاؤں تو اپنے ہاتھ سے قتل کر دوں۔ میں نے دریافت کیا کہ حضرت شیخ کو اُنکی کس بات پر غصہ آیا۔ کہا، میں نے کتاب اللہ کی ایک آیت پڑھی۔ تو کہنے لگا کہ میں بھی اسکی مثل تالیف کر سکتا ہوں اھ اسکی سند میں ابن باکویہ شیرازی اگرچہ صوفی ہیں، مگر محدثین کے نزدیک ثقہ نہیں۔ محض صاحب حکایات ہیں۔ جیسا لسان المیزان میں ہے صـ۲۲۰ جـ۵ اور محمد بن یحییٰ رازی اگر محمد بن یحییٰ بن نصر رازی ہیں تو وہ بھی حجت نہیں، ثقات سے منکر احادیث روایت کرتے ہیں۔ (لسان صـ۲۲۴ جـ۵) ابوزرعہ طبری کا حال معلوم نہیں ہوا۔ ابتداء اسے کتاب میں گذر چکا ہے کہ امام قشیری نے رسالہ قشیریہ میں اس واقعہ کو دوسرے الفاظ سے بیان کیا ہے۔ ان الفاظ میں اور ان میں بہت فرق ہے جسکو تصرف رواۃ پر محمول کرنا لازم ہے۔ جیسا کہ تفصیل کے ساتھ واضح کر دیا گیا ہے۔ پس ایسی ضعیف روایات کی بناء پر ایسے شخص کو مہتم نہیں کہا جا سکتا جسکو ائمہ طریق اور اجلہ علماء نے اولیاء میں شمار کیا ہے۔

● دوسرا سبب (ایک خط کی ابتداء) اور اس کا جواب | ف۔ دوسرا سبب وہی ایک خط کا عنوان ہے جو ابن منصور نے اپنے کسی مرید کو اس طرح لکھا تھا من الرحمٰن

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

الرحیم الی فلان بن فلان اس کا جواب بھی تفصیل سے گذر چکا ہے۔

● تیسرا سبب سحر کی تعلیم وتعلم، اور اس کا جواب | ف۔ تیسرا سبب خطیب نے ابن باکویہ شیرازی مذکور کے واسطہ سے ابوالحسن بن الوتوبہ سے روایت کیا ہے کہ اس نے علی بن احمد حاسب سے سُنا وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ مجھے معتضد نے ہندوستان کچھ باتیں معلوم کرنے کے لئے بھیجا، جن پر وہ مطلع ہونا چاہتا تھا، میرے ساتھ کشتی میں ایک شخص تھا، جس کا نام حسین بن منصور تھا، اسکی معاشرت بہت اچھی، اور صحبت بہت پاکیزہ تھی، جب ہم کشتی سے کنارہ پر اُترے، اور مزدوروں نے سامان اتارنا شروع کیا تو میں نے اس (حسین بن منصور) سے پوچھا، تم یہاں کس لئے آئے ہو؟ کہا جادو سیکھنے آیا ہوں۔ تاکہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دوں۔ اسی کنارہ پر ایک جھونپڑی تھی جس میں ایک بہت بوڑھا آدمی رہتا تھا، حسین بن منصور نے اس سے کہا، تمہارے یہاں کوئی شخص جادو کا جاننے والا ہے؟ (اسکے جواب میں) بڈھے نے سوت کی انٹی نکالی اور اس کا ایک کنارہ حسین بن منصور کے ہاتھ میں دے کر انٹی کو ہوا میں پھینک دیا، تو اس کا ایک لمبا تار بن گیا، اسکے بعد بڈھا اس تار پر چڑھ گیا، پھر اُتر آیا اور ابن منصور سے کہا، تم اسی کو چاہتے ہو؟ پھر مجھ میں اور ان میں جدائی ہوگئی، اسکے بعد میں نے بغداد ہی میں اُنکو دیکھا۔ اھ۔

اسکی سند میں اول تو وہی ابن باکویہ صوفی شیرازی ہیں، جن پر کلام گذر چکا۔ دوسرا علی بن احمد ہے۔ اگر (یہ علی بن احمد) وہ علی بن احمد شروانی ہے جس نے حلاج کی حکایتوں کو جمع کیا تھا تو لسان میں اسکے متعلق کہا گیا ہے کذاب اشر کہ بہت جھوٹا شیخی باز ہے ص۲۰۵ ج۴ اور اسکے باپ احمد کا حال کچھ معلوم نہیں ہوا۔ مگر اتنی بات تو اسی قصہ میں موجود ہے کہ دونوں اعوان سلطان میں تھے۔ اور اعوان سلطان جیسے ثقہ ہوتے ہیں ظاہر ہے۔

پس یہ روایت بھی کسی درجہ میں حجت نہیں، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وزیر حامد بن العباس نے جب ابن منصور کو ناحق قتل کیا، تو اس کے ہوا خواہوں نے ابن منصور کے متعلق اسی قسم کے قصے بیان کرنا شروع کر دیئے، تاکہ عوام وزیر سے باغی نہ ہو جائیں۔

پھر عریب بن سعد قرطبی نے صلۃ الطبری میں اس واقعہ کو حسین بن منصور کے

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

بعض اصحاب سے اس طرح نقل کیا ہے کہ میں ابن منصور کے ساتھ ایک سال تک مکہ میں رہا کیونکہ وہ حجاج عراق کی واپسی پر مکہ ہی میں مقیم ہو گئے تھے۔ تو مجھ سے فرمایا اگر تم اپنے وطن کو واپس جانا چاہو تو لوٹ جاؤ کیونکہ میں تو یہاں سے ہندوستان کا قصد کر رہا ہوں، راوی کہتا ہے کہ حلاج کو سیاحت اور سفر کا بہت شوق تھا، چنانچہ وہ ہندوستان کے ارادہ سے سمندر میں سفر کرنے لگے۔ میں بھی ہندوستان تک ان کے ساتھ رہا، جب وہ ہندوستان پہونچے تو ان کو ایک عورت کا پتہ دیا گیا، وہ اس کے پاس گئے، اس سے باتیں کیں، اس نے دوسرے دن آنے کو کہا، چنانچہ اگلے دن میں اور ابن منصور دونوں ساحل سمندر پر پہونچے (وہ عورت بھی آئی) اور اس عورت کے ہاتھ میں لپٹا ہوا سوت تھا، جس میں کنڈ کی طرح گرہیں لگی ہوئی تھیں۔ تو اس نے کچھ پڑھ کر دم کیا اور تاگے کے اوپر چڑھنے لگی، وہ تاگے پر پاؤں رکھ کر چڑھتی جاتی تھی، یہاں تک کہ ہماری نگاہوں سے غائب ہو گئی، یہ دیکھ کر حلاج واپس ہوئے، اور کہا، میں اسی عورت کی وجہ سے ہندوستان آیا تھا۔

اختلاف روایت ملاحظہ ہو، پہلی روایت میں بڈھے مرد کا ذکر تھا، اس میں عورت کا ذکر ہے۔ پہلی روایت میں سحر اور جادو کا لفظ ہے یہاں اس کا کوئی ذکر نہیں، ممکن ہے وہ عورت ساحرہ نہ ہو، بلکہ ولیہ صاحب تصرف وکرامات ہو۔ پہلی روایت میں یہ ہے کہ بڈھے نے پہلی ہی ملاقات میں تاگے کے اوپر چڑھ کر اپنا کمال دکھلا دیا۔ یہاں یہ ہے کہ عورت نے اگلے دن کا وعدہ کیا، پس یہ اختلاف روایت مذکورہ کو اور بھی زیادہ ضعیف کر دیتا ہے کیونکہ ابن منصور کا دو مرتبہ ہندوستان آنا ثابت نہیں۔

پھر علی بن احمد کی روایت میں تصریح ہے کہ ابن منصور حسن المعاشرت طیب الصحبۃ تھے اور یہ وہ وصف ہے جو ساحروں میں نہیں پایا جاتا، ساحروں کو جس نے دیکھا ہے، خوب جانتا ہے کہ وہ نہایت ناپاک، غلیظ اور گندے ہوتے ہیں، انکو حسن معاشرت اور پاکیزگی صحبت سے کیا واسطہ؟

پس اسکے بعد ابن منصور کے اس قول کو کہ میں سحر اور جادو سیکھنے آیا ہوں، سحر حرام پر محمول کرنا درست نہیں، بلکہ سحر حلال پر محمول کرنا لازم ہے۔ جس کا قرینہ اسی روایت میں ان کا یہ

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

قول ہے ادعوا الی اللہ تعالیٰ۔ تاکہ اللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دوں، اور ظاہر ہے کہ، دعوت الی اللہ سحر حرام سے نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ساحروں کو دعوت الی اللہ سے کچھ تعلق۔ ان کا کام تو دعوت الی الشیطان ہے۔ اسلئے یا تو ان کا مطلب یہ تھا کہ میں ہندوستان کے اصحاب تصرف سے ملنے آیا ہوں، تاکہ خود بھی قوت تصرف حاصل کروں اور لوگوں کو اسکے ذریعہ اللہ کی طرف دعوت دوں، اور تیسری صدی میں ہندوستان کے اندر اولیاء اصحاب تصرف کا موجود ہونا مستبعد نہیں کیونکہ اس وقت اطراف سندھ میں حکومت اسلام قائم ہو چکی تھی، علماء اور اولیاء بکثرت وہاں موجود تھے، اور قوت تصرف کو سحر کہدینا بعید نہیں۔ لغۃً ہر مؤثر عجیب کو سحر کہدیا جاتا ہے چنانچہ حدیث میں ہے ان من الشعر لحکمة وان من البیان لسحرا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بطور ظرافت اخفائے حال کے لئے یہ بات کہدی ہو کہ میں جادو سیکھنے آیا ہوں، یا یہ مطلب تھا کہ ہندوستان کے سحر کی حقیقت معلوم کرکے اس کا ابطال کروں گا، ساحروں کے سحر کو باطل کرکے لوگوں کو ان کے پنجے سے نکالوں گا، اور اللہ کی طرف بلاؤں گا، چنانچہ ہندوستان کے بڑے بڑے اولیاء نے اپنے تصرف اور کرامات سے ساحران ہند کے سحر کو باطل کیا اور ان کے معتقدوں کو اسلام میں داخل کیا ہے۔

پس اوّل تو یہ روایت سند کے لحاظ سے قابل اعتبار نہیں، پھر اس میں ایسی کوئی بات صریح نہیں جس سے ابن منصور کا ساحر ہونا واضح ہو، بلکہ خود اسکے الفاظ میں ایسا قرینہ موجود ہے جو لفظ سحر کو سحر حلال پر محمول کرنے کا مقتضی ہے۔

خطیب نے اس مضمون کو دوسری سند سے بھی ابو عبدالرحمٰن سلمی کے واسطہ سے مزین سے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں، میں نے حسین بن منصور کو ایک سفر میں دیکھا، پوچھا کہاں جاتے ہو، کہا ہندوستان، (وہاں) سحر سیکھوں گا، اور اسکے ذریعہ مخلوق کو اللہ کی طرف دعوت دوں گا۔ اس سند میں مزین سے مراد اگر علی بن محمد بن مزین صوفی ہیں، تو سند میں بجز اسماعیل بن احمد حیری شیخ الخطیب کے اور کوئی محل نظر نہیں۔ انساب سمعانی میں ان کا مختصر تذکرہ ہے۔ جرح و تعدیل کچھ مذکور نہیں۔ اگر یہ سند بھی جرح سے سالم مان لی جائے، تو جواب وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

ابراہیم بن شیبان کی جرح اور اس کا جواب خطیب نے اس کے بعد ابوعبدالرحمٰن سلمی کے حوالہ سے ابو علی ہمدانی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے ابراہیم بن شیبان سے حلاج کے متعلق دریافت کیا، تو فرمایا، جو شخص بیہودہ دعووں کا ثمرہ دیکھنا چاہے وہ حلاج اور اس کے انجام کو دیکھ لے، اسکے بعد ابراہیم نے فرمایا کہ دعاوی اور معارضات ہمیشہ اپنے اصحاب کے حق میں منحوس ثابت ہوئے ہیں جب سے ابلیس نے انا خیر منہ کہا تھا۔

یہ روایت بھی اسماعیل بن احمد حیری کے واسطہ سے ہے جو محل نظر ہے۔ پھر ابوعلی ہمدانی کا حال بھی معلوم نہیں ہوا۔ اور اگر سند جرح سے سالم بھی ہو تو ابراہیم بن شیبان کا یہ قول مجمل و مبہم ہے جس میں ابن منصور کے کسی دعوے کا اصلا ذکر نہیں۔ جس سے اندازہ کیا جائے کہ وہ دعوے بیہودہ تھا یا نہیں، ممکن ہے دعوئے انا الحق کی طرف اشارہ ہو جو ان کے متعلق عوام میں مشہور ہے، اگرچہ تاریخ میں ثبوت نہیں ملا۔ تو اس دعوے کا صرف عنوان ہی موحش وموہم ہے، ورنہ دراصل یہ کلمہ ایسا ہی ہے جیسا قرآن میں والوزن یومئذٍ الحق اور حدیث میں الجنۃ حق والنار حق وارد ہے اور اگر وہی معنے مراد ہوں جو عوام نے سمجھے، تو ابن منصور نے یہ کلمہ اپنے ہوش وحواس میں نہ کہا ہوگا بلکہ حالت غیبت میں کہا ہوگا، غالباً ابراہیم بن شیبان نے ان کی حالت غیبت کا مشاہدہ نہیں کیا۔ صرف حکایت سن کر اُسکو بیہودہ دعوٰی کہدیا، اس پر بھی وہ ابن منصور کو ساحر یا زندیق نہیں کہتے صرف دعوے کو بیہودہ کہتے ہیں اور یہ معمولی جرح ہے جس سے ابن منصور کا جماعت اولیاء سے خارج ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ شطحیات کا صدور بہت اولیاء سے ہوا ہے، جن میں بعض نے ان کو معذور سمجھا اور بعض نے اُن پر انکار کیا۔ یہی معاملہ ابن منصور کے ساتھ ہوا۔

ابو یعقوب اقطع کی جرح اور اس کا جواب خطیب نے ابن باکویہ شیرازی کے واسطہ سے ابوزرعہ طبری سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابو یعقوب اقطع سے سُنا وہ کہتے تھے کہ میں نے اپنی بیٹی کو حسین بن منصور کے نکاح میں اس کا عمدہ طریقہ اور اچھا مجاہدہ دیکھکر دیدیا تھا، پھر تھوڑی مدت کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ وہ تو حیلہ باز ساحر اور خبیث کافر ہے۔

ابن باکویہ شیرازی کے متعلق جرح اوپر گذر چکی۔ ابوزرعہ طبری کا حال کتب رجال میں مجھے

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

نہیں ملا۔ ابو یعقوب اقطع کا حال کچھ معلوم ہوا، ابو الخیر اقطع تو صوفیہ میں شمار ہیں، مگر ابو یعقوب اقطع کا تذکرہ نہیں ملا۔

دوسرے ابن منصور کے ابتدائی حالات میں گذر چکا ہے کہ اس نکاح کی وجہ سے عمرو بن عثمان مکی اور ابو یعقوب میں چل گئی تھی۔ جس شخص نے عمرو بن عثمان جیسے مسلم شیخ طریقت کی رعایت نہیں کی، ان سے بھی بگاڑ لی، وہ ابن منصور کو برا بھلا کہے تو کچھ تعجب نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابو یعقوب کی لڑکی ابن منصور سے خوش نہ تھی، اور نوجوان لڑکیاں تارک الدنیا زاہد شوہروں سے شاذ و نادر ہی راضی ہوتی ہیں۔ اور جب بیوی شوہر سے راضی نہ ہو تو گو وہ کیسا ہی ولی صاحب کرامات ہو، عورت اسکی کرامات کو شعبدہ اور فریب اور ولایت کو مکر و حیلہ ہی قرار دیتی ہے۔ اسی قسم کی باتیں اس نے اپنے باپ سے کی ہوں گی۔ وہ بھی بیٹی کیساتھ ملکر ابن منصور کو ساحر و کافر کہنے لگے ہوں گے۔

حضرات اولیاء میں ایسی بہت مثالیں موجود ہیں کہ بعض کی بیویاں ان کی معتقد نہ تھیں مریدوں کے منھ پر ان کو برا بھلا کہتی تھیں، مگر انکی باتوں کا کسی نے اعتبار نہیں کیا۔ بلکہ یہی سمجھا گیا، کہ بزرگوں کے مجاہدات و ریاضات و زہد و اتباع شریعت و ترک دنیا کے سبب بیویوں کی دنیوی خواہشیں پوری نہ ہوتی تھیں۔ اس سے تنگ ہو کر وہ اپنے شوہروں کو بدنام کرتی تھیں۔

پھر ابو یعقوب اقطع نے ابن منصور کا کوئی قول و فعل بھی تو ایسا بیان نہیں کیا جس سے ان کا خبث و کفر ظاہر ہوتا۔ اور جرح مبہم سے کسی ایسے شخص کو جسے بڑے بڑے اولیاء اور علماء نے قبول کیا ہو مجروح نہیں کیا جا سکتا،

محدثین میں عکرمہ مولی ابن عباسؓ و نافع مولی ابن عمرؓ اور محمد بن اسحاق صاحب المغازی پر بعض علماء نے سخت جرح اور تنقید کی ہے، بعض کو دجال تک کہا گیا ہے۔ مگر دوسرے علماء کی توثیق و تعدیل کی وجہ سے ان کو مقبول قرار دیا گیا اور جرح مبہم پر التفات نہیں کیا گیا۔ یہی معاملہ ابن منصور کے ساتھ کرنا چاہیئے۔

● چوتھا سبب (حسن بصری کی طرف منسوب عبارت)
——— اور اس کا جواب ———

ف ۔ خطیب اور عریب بن سعد قرطبی نے یہ بیان

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

کیا ہے کہ وزیر حسین بن العباس کے پاس روزانہ دفتر کے دفتر حلاج کے اصحاب (اور مریدوں کے گھر) سے لائے جاتے تھے (جن میں حلاج کے خطوط) اور کتابیں ہوتی تھیں) ایک دن اسکے سامنے حلاج کی ایک کتاب پڑھی جا رہی تھی، جس میں یہ مضمون تھا کہ اگر کوئی شخص حج کا، ارادہ رکھتا ہو، اور قدرت نہ رکھتا ہو، وہ اپنے گھر میں سے ایک کمرہ مربع (عبادت کے لئے) مخصوص کرلے اور اس کو پاک صاف رکھے، کسی قسم کی نجاست وہاں نہ پہونچ سکے، نہ اسکے سوا کوئی دوسرا وہاں جائے، سب کو اس کمرے سے روکدے، پھر ایام حج میں اس گھر کا طواف کرے جیسا خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں اور جو مناسک مکہ میں ادا کئے جاتے ہیں سب بجا لائے، جب یہ کر چکے تو تیس یتیموں کو جمع کر کے اس گھر کے سامنے اپنی ہمت و قدرت کے موافق کھانا کھلائے اور بذاتِ خود ان کی خدمت کرے جب وہ کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھو لیں، تو ہر ایک کو ایک ایک کرتہ پہنائے۔ پھر ہر ایک کو سات درہم یا تین درہم دے (ابوالقاسم بن زنجی کو شک ہے) یہ عمل اسکے لئے حج کا قائم مقام ہوگا۔

جس وقت یہ کتاب پڑھی جا رہی تھی وزیر حامد کی مجلس میں قاضی ابو عمرو قاضی ابوالحسین ابن الاشنانی اور ابو جعفر بن بہلول قاضی اور علماء و شہود کی ایک جماعت موجود تھی، قاضی ابو عمر نے حلاج کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ مضمون تجھے کہاں سے پہونچا؟ کہا، حسن بصری کی کتاب الاخلاص سے۔ قاضی ابو عمر نے کہا، اے حلال الدم! تو جھوٹ کہتا ہے، ہم نے مکہ میں حسن بصری کی کتاب الاخلاص سنی ہے اس میں تو یہ مضمون نہیں تھا۔ پس قاضی ابو عمر کی زبان سے یا حلال الدم نکلنا تھا کہ وزیر حامد نے اس لفظ کو پکڑ لیا اور کہا اس لفظ کو لکھ دیجئے۔ قاضی ابو عمر حلاج سے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھ کر اس بات کو ٹالنے لگے مگر حامد نے ان کو نہ چھوڑا۔ وہ تو برابر ٹالنے اور دوسری باتوں میں لگنے کی کوشش کرتے رہے اور حامد اس بات کے لکھنے کا مطالبہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ حامد نے دوات اپنے آگے سے بڑھا کر قاضی کے سامنے رکھدی، اور کاغذ منگا کر اُسکے حوالے کیا۔ اور بہت سختی کے ساتھ اس بات کے لکھنے کا مطالبہ کیا جس کے بعد قاضی مخالفت نہ کرسکا اور ابن منصور کے جوازِ قتل کا فتویٰ لکھدیا۔ ان کے بعد دوسرے حاضرین مجلس نے اس پر بھی دستخط کرنا شروع کئے۔

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

جب حلاج نے یہ صورت دیکھی تو کہا، میری پشت دشمنا، ممنوع و محفوظ ہے (یعنی مجھے سزا سے تازیانہ بھی نہیں دی جا سکتی)، اور میرا خون دبہانا، حرام ہے تم کو ہرگز یہ جائز نہیں کہ گھڑ گھڑا کر میرے جواز قتل کا فتوےٰ دو، حالانکہ میرا اعتقاد اسلام (کے موافق) ہے، میرا مذہب سنت (کے مطابق) ہے، اور میں حضرت صدیقؓ اکبر اور حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ و طلحہؓ و زبیرؓ و سعدؓ و سعیدؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ اور ابو عبیدہؓ بن جراح رضی اللہ عنہم (یعنی جملہ عشرہ مبشرہ) کی تفضیل کا قائل ہوں اور سنت (کے بیان) میں میری کتابیں کتب فروشوں کے پاس موجود ہیں۔ پس میرے خون کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔

وہ بار بار اسی بات کو دہرا رہے تھے اور لوگ برابر دستخط کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ حسب منشا فتوے کی تکمیل کر لی گئی تو یہ لوگ مجلس سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور حلاج کو اُسی جگہ بھیج دیا گیا جہاں وہ پہلے سے قید تھے۔

قتل ابن منصور کا فتوےٰ زبردستی مرتب کیا گیا تھا

ف: دیکھا آپ نے کہ فتویٰ کس دھینگا دھینگی اور زبردستی سے جبراً مرتب کرایا گیا قاضی ابو عمر کی زبان سے ایک لفظ کیا نکلا تھا کہ وزیر کے نزدیک آیت و حدیث ہو گیا قاضی اپنی بات کو ٹالنا چاہتا تھا مگر وزیر اسی پر اڑ گیا۔ قاضی لکھنا نہیں چاہتا مگر وزیر خود دوات و قلم و کاغذ آگے کرتا اور فتویٰ لکھنے پر اصرار کرتا اور مجبور کر کے قاضی سے جواز قتل کا فتویٰ لکھواتا ہے حالانکہ شریعت مقدسہ نے ادنیٰ سی ادنیٰ حدود میں بھی مجرم کو شبہہ سے نفع حاصل کرنے کا موقع دیا ہے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صیغہ امر کے ساتھ وجوبی حکم دیا ہے ادرأوا الحدود بالشبہات کہ شبہات سے حدود کو دفع کرو مگر یہاں سب سے بڑی حد یعنی قتل میں بھی مجرم کو شبہہ سے نفع نہیں پہونچایا جاتا۔ یقیناً وزیر حامد کا قاضی کے ایک جملہ کو پکڑ لینا اور اس کو آیت و حدیث سمجھ لینا ہرگز جائز نہ تھا۔ یہ احتمال ہونا ضروری تھا کہ شاید ویسے ہی غصہ میں زبان سے نکل گیا ہو۔ اور اگر بالفرض قاضی نے عمداً یہ بات کہی تھی جب بھی وزیر کو خود اس پر اصرار کرنے کا کوئی حق نہ تھا، بلکہ ٹالنا واجب تھا، جب تک خود قاضی اپنی بات پر اصرار نہ کرتا۔ مگر یہاں معاملہ برعکس ہے کہ قاضی اپنی بات سے ہٹنا اور اس کو ٹالنا چاہتا ہے مگر وزیر بضد ہو کر اس کو اپنی بات سے ہٹنے نہیں دیتا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

پس بعض مؤرخین کا یہ لکھنا بالکل غلط ہے کہ علماء و فقہاء نے ابن منصور کے قتل کا فتوٰے دیا تھا بلکہ یہ لکھنا چاہیئے تھا کہ وزیر نے بضد ہو کر علماء پر زور ڈالا اور مجبور کر کے ان سے فتوٰے حاصل کیا، پس قتل ابن منصور کا اصل مفتی وزیر حامد بن عباس تھا، نہ علماء و فقہاء و قضاۃ الاسلام کیونکہ جس صورت سے یہ فتوٰے حاصل کیا گیا ہے، وہ ہرگز فتوٰے شرعی کہلانے کا مستحق نہیں اسی لئے حضرت مولانا رومیؒ نے فرمایا ؎

چوں قلم در دست غدارے فتاد   لاجرم منصور بر دارے فتاد

رہا یہ سوال کہ پھر قاضی نے وزیر کی زبردستی کیوں مانی، صاف کیوں نہ کہدیا، کہ میری زبان سے —— حلاول الدم ویسے ہی غصے میں نکل گیا۔ فتوے کے طور پر میں نے یہ بات نہیں کہی۔ اور اس کے ہمراہی علماء و فقہاء نے ایسے زبردستی فتوے پر کیوں دستخط کئے؟ تو اس کا جواب تو خود وہ علماء ہی دے سکتے ہیں، مگر جو صورت واقعہ خطیب وغیرہ کے بیان سے ہمارے سامنے آئی ہے اس کو دیکھ کر ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ یہ فتوٰے شریعت کا فتوٰے نہ تھا۔ بلکہ وزارت اور حکومت کا فتوٰے تھا، جو وزیر کے اصرار اور جبر سے لکھا گیا تھا۔

زبردستی فتوٰے حاصل کرنے اور ابن منصور کی براءت پر ابن خلکان کی شہادت

اس کے بعد اس مضمون میں بھی غور کرنا چاہیئے جسکی بناء پر قاضی کی زبان سے ابن منصور کے لئے لفظ حلاول الدم نکل گیا تھا۔

قال ابن خلکان واما سبب قتله فلم یکن عن امر موجب للقتل انما عمل علیه الوزیر حین احضره الی مجلس الحکم مرات ولم یظهر منه ما یخالف الشریعة فقال للجماعة هل له مصنفات فقالوا نعم فذکروا انهم وجدوا له کتابا فیه ان الانسان اذا عجز عن الحج فلیعمد الی غرفة من بیته فیطهرها ولیطیبها ولیطوف بها ویکون کمن حج البیت والله اعلم ان کان هذا القول عنه صحیحا فطلبه القاضی فقال هذا الکتاب تصنیفك؟ فقال نعم، فقال له اخذته عمن؟ فقال عن الحسن البصری ولا یعلم الحلاج مادسوه علیه فقال له القاضی کذبت یا مراق الدم لیس فی کتب الحسن

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

البصری شئی من ذالک فلما قال القاضی یا مراق الدم مسک الوزیر ھذہ الکلمۃ علی القاضی فقال ھذا فرع عن حکمک بکفرہ وقال للقاضی اکتب خطک بالتکفیر فامتنع القاضی فالزمہ الوزیر بذالک فکتب فقامت العامۃ علی الوزیر فخاف الوزیر علی نفسہ فکلم الخلیفۃ بذالک فامر بالحلاج وضرب الف سوط فلم یتأدہ وقطعت یداہ ورجلاہ وصلب ثم احرق بالنار. کذا فی الطبقات الکبریٰ للشعرانی صفحہ ۱۵۰ ج ۱۔

"قاضی ابن خلکان نے (اپنی تاریخ میں) لکھا ہے کہ ابن منصور کے قتل کا سبب کوئی ایسی بات نہ تھی جو (شرعاً) موجب قتل ہو۔ صرف وزیر نے ان کے خلاف مقدمہ بنالیا تھا۔ جب ان کو مجلس قضا میں بار بار طلب کیا گیا۔ تو ان پر کوئی ایسی بات ثابت نہیں ہوئی جو خلاف شریعت ہو۔ اس وقت وزیر نے اپنی جماعت سے کہا کہ ابن منصور کی لکھی ہوئی کچھ کتابیں بھی ہیں؟ لوگوں نے کہا، ہاں، موجود ہیں، پھر انہوں نے بتلایا کہ اس کی ایک کتاب میں یہ مضمون ملا ہے کہ جب انسان حج سے عاجز ہو جائے تو اپنے گھر کے کمرہ کو پاک صاف کرکے خوشبو میں لبسائے، اس کا طواف کرے تو یہ عمل بیت اللہ کے مثل ہوگا۔ واللہ اعلم۔ یہ قول انکی طرف منسوب کرنا صحیح تھا، یا نہیں؟ اس پر قاضی نے ان کو طلب کیا، اور کہا کہ یہ کتاب تمہاری تصنیف کردہ ہے؟ کہا، ہاں۔ پھر پوچھا، تم نے اس کے مضامین کو کہاں سے لیا؟ کہا حسن بصری سے۔ اور حلاج کو یہ معلوم نہ تھا کہ لوگوں نے اس میں کچھ اپنی طرف سے بھی ملا دیا ہے۔ تو قاضی نے کہا، اے حلال الدم! تو تو جھوٹا ہے۔ حسن بصری کی کتابوں میں اس قسم کی کوئی بات نہیں۔ جیسے ہی قاضی کے منہ سے حلال الدم کا لفظ نکلا۔ وزیر نے فوراً اس کو پکڑ لیا، اور کہا، یہ اسکی فرع ہے کہ تم نے اس کے کفر کا حکم دے دیا ہے (کیونکہ مسلمان یا کفر سے حلال الدم ہوتا ہے یا زنا بعد الاحصان سے، یا قتل ناحق سے اور یہاں زنا اور قتل کا کوئی قصہ نہیں، تو بجز کفر و ارتداد کے اور کوئی سبب حلال الدم ہونے کا نہیں ہوسکتا)، اور قاضی سے کہا، کہ تکفیر کا فتوے اپنے دستخط سے لکھ دو۔ قاضی نے اس سے بچنے کی کوشش کی مگر وزیر نے اس کو مجبور کیا، چنانچہ قاضی نے (مجبور ہو کر)، لکھ دیا، اس پر عام لوگ وزیر سے بگڑ گئے اور اُسے اپنی جان کا خطرہ ہو

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوگیا، تو خلیفہ نے گفتگو کی، اور بارگاہ خلافت سے ابن منصور کو ایک ہزار کوڑے لگائے جانے اور ہاتھ پیر کاٹے جانے اور سولی دیئے جانے کا حکم حاصل کر لیا۔ اھ۔

ابن خلکان کا طرز بیان بتلاتا ہے کہ جس وقت حج کا مضمون پڑھا جا رہا تھا۔ اس وقت ابن منصور مجلس قضا میں موجود نہ تھے، بعد کو بلائے گئے۔ اور ان کو صرف کتاب دکھلا کر سوال کیا گیا کہ یہ کتاب تمہاری تصنیف کردہ ہے؟ ابن منصور نے اسکی صورت دیکھکر اقرار کر لیا۔ ان کو یہ خبر نہ تھی کہ لوگوں نے اس میں کچھ الحاق بھی کر دیا ہے اور چونکہ پہلے زمانہ میں پریس کا وجود نہ تھا۔ کتابیں عموماً قلمی ہوتی تھیں اسلئے دشمنان اسلام کو علماء کی کتابوں میں الحاق کا بڑا موقع مل جاتا تھا کیونکہ قلم سے قلم اور خط سے خط ملا دینا کچھ مشکل کام نہیں۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی اپنی کتابوں میں جابجا لکھتے ہیں کہ لوگوں نے میری زندگی میں میری کتابوں کے اندر الحاق اور خلط کر دیا تھا جسکی مجھے کچھ خبر نہ تھی۔ جب علماء نے میرے خلاف فتوے لکھے اس وقت مجھے خبر ہوئی، پھر اپنا اصلی نسخہ ان کے پاس بھیجا، تو فتنہ فرو ہوا اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ ابن منصور کی کتاب میں الحاق نہ ہوا تھا تو ممکن ہے حسن بصری کی کتاب الاخلاص میں کسی نے الحاق کر دیا ہو اور ابن منصور نے سادگی سے اس مضمون کو بھی حسن بصری کا قول سمجھ لیا ہو۔

بیت اللہ کے سوا کسی گھر کا طواف اور اس کی شرعی حیثیت

رہا یہ سوال کہ اپنے گھر کے کمرہ کا بیت اللہ کی طرح طواف کرنا کب جائز ہے اس بات کو حسن بصری کا قول کیونکر سمجھ لیا گیا؟ جواب یہ ہے کہ بیت اللہ کے سوا کسی گھر کو بیت اللہ کے برابر سمجھنا تو حرام ہے، مگر تشبہ بالبیت حرام نہیں۔ چنانچہ ابن عباس سے بصرہ میں تعریف منقول ہے۔ اور امام احمد بن حنبل اسکے جواز کے قائل ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ عرفہ کے دن تمام بلاد کے مسلمان اپنے اپنے شہر سے باہر جا کر میدان میں وقوف کریں اور دن بھر دعا اور مناجات میں مشغول رہیں۔ گویا اہل عرفات کے ساتھ تشبہ کریں۔ سو ممکن ہے کہ ابن منصور نے بھی اسی تشبہ پر محمول کر کے حسن بصری کی طرف اس قول کو منسوب سمجھ لیا ہو، جسکا قرینہ یہ ہے کہ یہ صورت اس شخص کیلئے بیان کی گئی ہے جو حج سے عاجز ہو۔ اگر ابن منصور کا یہ عقیدہ ہوتا کہ کوئی جگہ طواف وغیرہ کے لئے مطلقاً بیت اللہ کے برابر ہو سکتی ہے تو اس قید کی کیا حاجت تھی۔ غایت ما فی الباب۔ یہ

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

ابن منصور کی ایک علمی غلطی ہوگی۔ کفر اور تکفیر سے اس کو کیا واسطہ؟ کیونکہ کسی مکان سے صورۃً بیت اللہ جیسا معاملہ کرنا کفر نہیں۔ بہت سے بہت بدعت اور گناہ ہے، جب کہ نیت طواف شرعی کی ہو اور اگر طواف شرعی کی نیت نہ ہو، محض صورت طواف کی ہو تو بدعت اور گناہ بھی نہیں۔ حدیث جابر میں ہے فطاف حول اعظمہ ثلثا رواہ البخاری وغیرہ۔ طواف کا لفظ یہاں بھی ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صورت طواف کا صدور بھی ہوا مگر طواف لغوی تھا، طواف شرعی نہ تھا۔ اسی طرح یہاں بھی احتمال ہے کہ طواف سے طواف عبادت مراد نہ ہو بلکہ طواف لغوی مراد ہو جسکو تشبیہا بالطائفین تجویز کیا گیا ہو۔

اور کسی عمل کو ثواب یا حصول برکات میں حج کا قائم مقام سمجھنا بھی کفر نہیں۔ بعض احادیث میں صبح کی نماز کے بعد طلوع شمس تک اسی جگہ بیٹھ کر مشغول ذکر رہنے اور اسکے بعد دو رکعت بوقت اشراق پڑھنے کا ثواب حج و عمرہ کے برابر وارد ہے۔ اگر ابن منصور نے کسی سے اس عمل کا ثواب بھی حج کے برابر سنا ہو جو انہوں نے حسن بصری کی کتاب میں غلط طور پر دیکھا تھا، تو اس سے کفر لازم نہیں آسکتا۔ غایت ما فی الباب۔ روایت اور سماع کی غلطی پر اسکو محمول کیا جائے گا۔ اگر اس بات سے بالیقین کفر لازم آتا تو قاضی ابو عمر فتوے کفر سے اسقدر پہلو تہی نہ کرتے کہ وزیر کو الحاح و اصرار و اجبار کی نوبت آتی۔

طواف غیر کعبہ کا حکم اور بایزید بسطامیؒ کی حکایت

ف: مناسبت مقام کی وجہ سے حضرت بایزید بسطامیؒ کی حکایت مثنوی سے نقل کی جاتی ہے۔ کہ ایک شیخ نے اُن کا ارادۂ حج معلوم کرکے فرمایا تھا کہ تم سات دفعہ میرا طواف کرلو، یہ طواف کعبہ سے بہتر ہوگا۔ اشعار مثنوی ملاحظہ ہوں۔

سوئے کعبہ شیخ امت بایزید ۔۔۔ از برائے حج و عمرہ می دوید
او بہر شہرے کہ رفتے از نخست ۔۔۔ مر عزیزان را بکردے باز جست
بایزید اندر سفر جستے بسے ۔۔۔ تا بیابد خضر وقت خود کسے
دید پیرے با قدے ہمچوں ہلال ۔۔۔ بود در وے فر و گفتار رجال
دیدہ نابینا و دل چوں آفتاب ۔۔۔ ہمچوں پیلے دیدہ ہندوستان بخواب

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

بایزید اورا چو از اقطاب یافت — مسکنت بنمود و در خدمت شناخت
پیش او بنشست و می پرسید حال — یافتش درویش و ہم صاحب عیال
گفت عزم تو کجا اے بایزید — رخت غربت را کجا خواہی کشید
گفت قصد کعبہ دارم از پگہ — گفت ہیں با خود چہ داری زاد رہ
گفت دارم از درم نقرہ دویست — نک ببستہ سخت بر گوشہ ردیست
گفت طوفے کن بگردم ہفت بار — وین نکوتر از طواف حج شمار
وان درمہا پیش من نہ اے جواد — دان کہ حج کردی و شد حاصل مراد
عمرہ کردی عمر باقی یافتی — صاف گشتی بر صفا بشتافتی
حق آں حقے کہ جانت دیدہ است — کہ مرا بر بیت خود بگزیدہ است
کعبہ را یک بار بیتی گفت یار — گفت یا عبدی مرا ہفتاد بار
بایزیدا کعبہ را دریافتی — صد بہا و عز و صد فر یافتی
بایزید آں نکتہا را ہوش داشت — ہمچو زریں حلقہ اش در گوش داشت
آمد از وے بایزید اندر مزید — منتہی در منتہی آخر رسید

ملخصاً ص ۱۴۹ و ص ۱۵۰ دفتر دوم مطبوعہ مطبع نولکشور۔

اس کی توجیہ حضرت حکیم الامت دام مجدہم نے الطرائف والظرائف میں حسب ذیل تحریر فرمائی ہے کہ:-

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی طرف سے حکایت مذکور کی توجیہ

شیخ بایزید بسطامیؒ کا مقصود اس سفر سے ان برکات و انوار کی تحصیل نہ تھی جو بیت اللہ کے لئے مخصوص ہیں۔ خواہ انہوں نے فرض ادا کر لیا ہو، یا ان کے ذمہ حج فرض ہی نہ ہو۔ کیونکہ وہ انوار و برکات خاصہ دوسرے محل میں مقصود ہیں۔ اگرچہ بالفرض، کلی یا جزئی طور پر وہ کعبہ سے افضل ہی ہو۔ ورنہ خاصہ خاصہ نہ رہے گا۔ بلکہ ان کا مقصود بطریق منع خلو تین باتوں میں سے ایک بات تھی یا مطلق ثواب عظیم مقصود تھا، جیسا اہل شریعت قصد کرتے ہیں۔ چونکہ وہ بزرگ کامل صاحب عیال حاجت مند تھے۔ ان پر مال کو صدقہ کرنا زیادہ موجب اجر و ثواب تھا۔ یا

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

مجاہدہ سفر سے اصلاح نفس مقصود تھی، جیسا اہل طریقت کا قصد ہوتا ہے، اور بعض دفعہ سالک کے لئے صحبت شیخ کامل زیادہ موجب اصلاح ہوتی ہے، یا مطلق تجلیات حق کا مشاہدہ مقصود تھا جیسا اہل حقیقت قصد کرتے ہیں۔ تو ان بزرگ نے اپنے تصرف قوی سے اُن تجلیات کو ان کے قلب پر وارد کر دیا ورنہ اہل ظاہر و باطن سب کا اس پر اتفاق ہے کہ بالیقین انسان کامل اگرچہ تجلیات کعبہ کا جامع ہو اسکے گرد طواف کرنا طواف کعبہ سے مغنی نہیں ہو سکتا کیونکہ کعبہ میں تجلی تفصیلی ہے اور انسان کامل میں اجمالی اور اجمال تفصیل کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اور طواف کعبہ کی توجیہہ یہ ہے کہ وہ غلبۂ حال پر محمول ہے اھ صت یا یہ کہا جائے کہ شیخ نے اپنی صحبت میں رہنے کو مشاکلۃً طواف کہہ دیا کہ تم خانہ کعبہ کا طواف کیا کرو گے، پہلے میرا طواف کرو، یعنی میری صحبت میں رہ کر دل کو طواف کعبہ کے قابل بناؤ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اہل بدعت کا جواز طواف قبور پر استدلال اور اس کا جواب

نیز بعض لوگوں نے جواز طواف قبور کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ایک قول سے استدلال کیا تھا جو کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ صنا سطر۱۲ میں کشف قبور کے باب میں مذکور ہے :۔

"ولبعدہ ہفت کرہ طواف کند و دراں تکبیر نخواند و آغاز از راست کند بعدہ طرف پایاں رخسارہ نہد"

حضرت حکیم الامت برکاتہم نے رسالہ حفظ الایمان میں اس کا حسب ذیل جواب دیا ہے۔

حدیث میں ہے۔ الطواف حول البیت مثل الصلوٰۃ رواہ الترمذی والنسائی والدارمی یعنی طواف خانہ کعبہ کا مثل نماز کے ہے اور ظاہر ہے کہ تشبیہ میں مشبہ بہ کا اشہر وصف (زیادہ مشہور وصف) ملحوظ ہوتا ہے اور اسی کے اعتبار سے تشبیہ ہوا کرتی ہے جیسا اہل علم پر ظاہر ہے اور نماز کا اشہر وصف اس کا عبادت ہونا ہے۔ پس تشبیہ اسی اعتبار سے ہوگی۔ پس مدلول حدیث کا یہ ہے کہ جسطرح نماز عبادت ہے، اسی طرح طواف بھی عبادت ہے، اور عبادت کا غیر اللہ کے لئے حرام بلکہ کفر ہونا نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، اور ہر مسلمان کا عقیدہ ہے پس واضح ہوا کہ طواف غیر بیت اللہ مطلقاً حرام اور طواف قبور زیادہ حرام۔ اب فتوے علماء کو دیکھئے۔ فی اللطائف الرشیدیہ۔

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

عن شرح المناسك لعلی القاری ولا یطوف ای لا یدور حول البقعۃ الشریفۃ لان الطواف من مختصات الکعبۃ المنیفۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء۔ (ترجمہ) یعنے طواف کرے روضۂ منورہ کے گرد۔ کیونکہ طواف خصوصیات کعبہ شریف سے ہے پس حرام ہے گرد قبور انبیاء و اولیاء کے۔ پس طواف غیر بیت اللہ مطلقاً حرام اور قبور انبیاء کا زیادہ حرام اور قبور اولیاء کا زیادہ سے زیادہ حرام۔

طواف لغوی اور طواف شرعی کا فرق رہ گیا مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کا ارشاد، سو اس میں کچھ حجت نہیں۔ کیونکہ یہ طواف اصطلاحی نہیں۔ جو تعظیم و تقرب کے لئے کیا جاتا ہے جسکی ممانعت نصوص شرعیہ سے ثابت ہے، بلکہ یہ طواف لغوی ہے۔ یعنی محض اسکے گرد پھرنا واسطے پیدا کرنے مناسبت روحی کے صاحب قبر کے ساتھ۔ اور یعنی فیوض کے بلا قصد تعظیم و تقرب کے۔ اور وہ بھی عوام کے لئے نہیں، جنکو فرق مراتب کی تمیز نہیں۔ بلکہ اہل نسبت کے لیے جو جامع ہوں درمیان شریعت و طریقت کے،

اس کی نظیر حضرت جابرؓ کے قصہ میں وارد ہوئی ہے۔ جب ان کے والد مقروض ہوکر وفات پاگئے اور قرض خواہوں نے حضرت جابرؓ کو تنگ کیا اور انہوں نے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ باغ میں تشریف لاکر رعایت کرا دیجئے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم باغ میں رونق افروز ہوئے اور چھواروں کے انبار لگوا کر بڑے انبار کے گرد تین بار پھرے۔ حدیث کے یہ الفاظ ہیں۔ طاف حول اعظمہا ثلثا ثم جلس علیہ رواہ البخاری۔ آپ نے بڑے ڈھیر کے گرد چکر لگایا۔ پھر آپ اس ڈھیر پر بیٹھ گئے۔ اس میں ایسی برکت ہوئی کہ سب کا قرض ادا ہوگیا۔ پھر بھی بہت کچھ بچ گیا۔

غرض اس قصہ میں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضورؐ کا اسکے گرد پھرنا طواف اصطلاحی (یعنی طواف عبادت) نہ تھا، اس ڈھیر کی تعظیم آپ کو مقصود نہ تھی بلکہ اس میں اثر (برکت) پہونچانے کے لئے اسکے چاروں طرف پھر گئے۔ حاصل یہ کہ محض اشتراک لفظی سے بلا دلیل کسی معنی کا مراد لینا اور اس پر بنائے کار کرنا محض مغالطہ ہے۔ انتہی ملخصاً ص ۵۔

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

پس اگر تسلیم کر لیا جائے کہ ابن منصور کے کلام میں جو مضمون طواف غیر بیت اللہ کے متعلق مذکور تھا وہ کسی کا الحاق نہ تھا تو یہ مسلّم نہیں کہ اس طواف سے طواف اصطلاحی مراد تھا، بلکہ بہت ممکن ہے کہ طواف لغوی مراد ہو تاکہ اس حالت میں بیت اللہ اور رب البیت کی طرف توجہ کامل پیدا ہو اور تجلیاتِ کعبہ سے کچھ حصہ حاصل ہو۔ اسکو علمائے شریعت کفر ہرگز نہیں کہہ سکتے غایت ما فی الباب بدعت کہہ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالحق والصواب۔

● **پانچواں سبب (زندیقوں جیسا کلام) اور اس کا جواب** پانچواں سبب وہ ہے جسکو خطیب نے محمد بن حسین نیشاپوری کے واسطہ سے ابو بکر بن غالب سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اپنے بعض دوستوں سے سُنا کہ جب حسین بن منصور کے قتل کا ارادہ کیا گیا، تو علماء و فقہا کو جمع کر کے ابن منصور کو بادشاہ (وقت خلیفہ مقتدر باللہ) کے سامنے حاضر کیا گیا، علماء نے اُن سے کہا کہ آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے، ابن منصور نے کہا، پوچھو، علماء نے کہا، برہان کسے کہتے ہیں؟

فقال البرهان شواهد يلبسها الحق اهل الاخلاص يجذب النفوس اليها جاذب القبول۔ ترجمہ، کہا برہان ان شواہد (دلائل) کو کہتے ہیں جو اہل اخلاص کی صورتوں میں اللہ تعالیٰ پیدا کر دیتے ہیں، جنکی طرف لوگوں کے قلوب کو جاذب قبول کشش کرتا ہے۔

(یعنی ان کی صورت دیکھکر قلوب کو اُنکی طرف جاذب باطنی کیوجہ سے کشش ہوتی ہے جیسا حدیث میں اخص حضرات کے متعلق وارد ہے اذا رأوا ذکر اللہ کہ ان کی صورت کو دیکھکر خدا یاد آتا ہے)

سب لوگوں نے بالاتفاق کہا، کہ یہ تو زندیقوں جیسا کلام ہے۔ پھر بادشاہ کو ان کے قتل کا مشورہ دیا، یہ واقعہ بیان کر کے خود خطیب کو تنبہ ہوا ہے۔ کہ اس جواب میں تو کفر و زندقہ کی کوئی بات نہیں تھی۔ فرماتے ہیں کہ اس قصہ کے راوی نے جو فقہاء کے فتوے کا حوالہ اس بات پر کیا ہے، یہ راوی مجہول ہے، اسکی بات قابلِ قبول نہیں، بلکہ فقہا نے دوسری وجہ سے اس کا قتل ضروری قرار دیا تھا، اھ

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

اور حقیقت یہ ہے کہ خطیب نے جتنے بھی اسباب کفر بیان کئے ہیں سب میں کوئی نہ کوئی راوی ضعیف یا مجہول یا مجروح ضرور موجود ہے۔ پھر ہر سبب کو الگ الگ دیکھا جائے تو ایک سبب بھی ایسا نہیں ملتا جسکو موجب قتل قرار دیا جا سکے، اسلئے بظاہر ابن خلکان ہی کا قول صحیح ہے اما قتلہ فلم یکن عن امر موجب للقتل کہ ابن منصور کا قتل کسی ایسے سبب سے نہیں ہوا جو (فی الواقع) موجب قتل ہو۔ بلکہ جیسا اوپر معلوم ہو چکا وزیر کی زبردستی اور ضد سے یہ واقعہ رونما ہوا۔

● چھٹا سبب (بعض اشعار کفریہ) اور اس کا جواب چھٹا سبب، خطیب نے ابن باکویہ شیرازی کے واسطہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے عیسٰی بن بزول قزوینی سے سُنا دیہ راوی مجہول ہے مجھے اس کا حال نہیں ملا) کہ انہوں نے ابو عبداللہ بن خفیف سے ان اشعار کے معنی دریافت کئے ؎

؎ سبحان من اظہر ناسوتہ — سر سنا لاھوتہ الثاقب

ثم بدا فی خلقہ ظاھرا — فی صورۃ الآکل والشارب

حتی لقد عاینہ خلقہ — کلحظۃ الحاجب بالحاجب

(ترجمہ اشعار الغیور میں ملاحظہ ہو)

شیخ نے فرمایا اسکے کہنے والے پر خدا کی لعنت۔ عیسٰی بن بزول نے کہا، یہ اشعار حسین بن منصور کے ہیں، فرمایا، اگر اس کا اعتقاد یہی ہے (جو بظاہر ان اشعار سے مفہوم ہوتا ہے) تو وہ کافر ہے، مگر ان اشعار کا ان کی زبان سے نکلنا پایۂ صحت کو نہیں پہونچا۔ ممکن ہے کسی نے غلط طور پر ان کی طرف منسوب کر دیئے ہوں اھ۔

اس جواب سے صاف معلوم ہو گیا کہ عیسٰی بن بزول نے حسین بن منصور سے خود یہ اشعار نہیں سنے، بلکہ کسی سے سُنکر نقل کئے تھے، پس ایسی روایت سے کوئی حجت قائم نہیں ہو سکتی اور اگر بالفرض یہ اشعار حسین بن منصور کے ہوں بھی، تو ان کا مطلب وہ نہیں جو بظاہر مفہوم ہوتا ہے بلکہ مطلب وہ ہے جو اشعار الغیور میں بیان کیا گیا ہے اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ابن منصور کی طرف جو اشعار منسوب کئے گئے ہیں سب کی نسبت ان کی طرف پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچی۔ پس اگر کسی کو ان کے بعض اشعار میں خلجان پیدا ہو تو اس کو شیخ ابن خفیف کی طرح یہی سمجھنا چاہیئے کہ

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

شاید کسی سے غلط طور پر ابن منصور کی طرف منسوب کر دیئے ہیں۔

ہم نے ابن منصور کے ماننے والوں میں شیخ ابن خفیف کا ذکر کیا ہے۔ اس واقعہ سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے کہ جو اقوال کفریہ لوگوں نے ابن منصور کی طرف منسوب کر رکھے تھے وہ ان کی صحت میں کلام کرتے تھے۔

ساتواں سبب (مریدوں کا ابن منصور کو خدا کہنا) اور اسکا جواب | ساتواں سبب

خطیب نے یہ بیان کیا ہے کہ مقتدر باللہ کے زمانہ میں حسین بن منصور بغداد میں مقیم ہو کر صوفیہ کی صحبت میں رہے انھیں کی طرف اپنے کو منسوب کرتے تھے اس وقت حامد بن العباس وزیر تھا، اس کو خبر پہونچی کہ ابن منصور نے محل شاہی کے حشم وخدم، دربانوں اور نصر قشوری حاجب کے غلاموں کو یہ پٹی پڑھائی ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے، جنات اسکی خدمت کرتے اور جو چاہتا ہے حاضر کرتے ہیں۔ اور یہ بھی دعوٰے کیا ہے کہ اس نے بہت سے پرندے زندہ کئے ہیں۔ نیز ابو علی اوراجی نے علی بن عیسیٰ (وزیر) کو مطلع کیا کہ محمد بن علی قنائی جو دربار کے منشیوں میں سے ہے حلاج کی پرستش کرتا اور لوگوں کو اسکی طاعت کی دعوت دیتا ہے، علی بن عیسیٰ نے محمد بن علی قنائی کا گھر ضبط کرنے اور اُسے گرفتار کرنے کا حکم دیا، پھر اس سے اقرار کرایا تو اس نے اقرار کیا کہ میں حلاج کے اصحاب میں سے ہوں، چنانچہ اس کے گھر سے بہت سی کتابیں اور رقعے ضبط کئے گئے جو حلاج کے لکھے ہوئے تھے اس وقت حامد بن عباس نے (بواسطہ مقتدر باللہ سے درخواست کی کہ حلاج اور اسکے منادیوں کو اسکے سپرد کیا جائے نصر حاجب نے اس بات کو ٹالا اور حلاج کی طرف سے جواب دہی کی۔ لوگوں میں یہ بات پھیلی ہوئی تھی کہ نصر صاحب حلاج کی طرف مائل ہے، تو اب حامد نے بلا واسطہ خلیفہ سے درخواست کی، چنانچہ حلاج اسکے حوالہ کیا گیا اور اس نے سختی کے ساتھ اسکی نگہداشت کی۔ ہر روز اسکو اپنی مجلس میں بلاتا اور بیہودہ گفتگو کرتا، تاکہ ابن منصور کی زبان سے (غصہ میں) کوئی ایسی بات نکل جائے جس پر گرفت کر کے اس کے قتل کا راستہ ہموار کرے مگر حلاج مجلس میں آکر بجز اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ کہنے اور توحید وشرائع اسلام کو ظاہر کرنے کے کچھ نہ کہتا۔ اسی اثناء میں حامد سے کسی مخبر نے کہا کہ بعض لوگ حلاج کی خدائی کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ حامد نے ان کو گرفتار کیا ان سے گفتگو کی، انہوں نے اقرار کیا کہ ہم حلاج کے

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

اصحاب اور اسکے منادی ہیں، اور یہ بھی کہا کہ ہمارے نزدیک سچ مچ حلاج خدا ہے، اور مردوں کو زندہ کرتا ہے. حلاج سے اس معاملہ کی تحقیق کی گئی تو اس نے صاف انکار کیا، اور ان لوگوں کو جھوٹا بتلایا، اور کہا، خدا کی پناہ، میں خدائی یا نبوّت کا دعوٰے کیوں کرتا، میں تو اللہ کا ایک بندہ ہوں، اسکی عبادت کرتا اور نماز روزہ اور نیک کام کی کثرت کرتا ہوں۔ اسکے سوا کچھ نہیں جانتا. حامد کو حلاج کے ایک مرید کی خبر پہونچی کہ وہ اس جگہ پہونچا، جہاں حلاج نظر بند تھا اور اس سے بات چیت کر کے واپس چلا گیا. حامد پر یہ واقعہ سخت گراں ہوا، اس نے دربانوں اور چوکیداروں سے دریافت کیا، کیونکہ وہ حکم دے چکا تھا کہ اس کے پاس کوئی نہ جانے پائے. چنانچہ بعض دربانوں کو مارا پیٹا بھی گیا تو انہوں نے سخت سخت قسمیں کھا کر بیان کیا کہ انہوں نے حلاج کے پاس انکے کسی آدمی کو جانے نہیں دیا. نہ ان کے سامنے کوئی گیا. اس کے بعد حامد نے چھتوں اور دیواروں کے گوشوں کا خود معائنہ کیا تو کسی جگہ کوئی نشان یا نقب نہ ملا. حلاج سے اس معاملہ کی تحقیق کی، تو جواب دیا کہ قدرت (الٰہی) سے وہ یہاں اُترا اور جس طرح میرے پاس آیا تھا اسی طرح چلا گیا.

نیز عریب بن سعد قرطبی نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے سمری اور بعض منشیانِ دربار کے متعلق مخبری کی کہ یہ لوگ حلاج کو خدا کہتے ہیں، اور ایک ہاشمی کی نسبت بھی مخبری کی کہ وہ اپنے کو حلاج کا نبی کہتا ہے. حامد نے ان لوگوں سے گفتگو کی تو انہوں نے حلاج کی خدائی کا اقرار کیا. جب خود حلاج سے اسکی تحقیق کی گئی تو اس نے دعوے خدائی سے انکار کیا اور ان لوگوں کی تکذیب کی، اور کہا خدا کی پناہ حاشا و کلا، میں اور خدائی یا نبوّت کا دعوٰے کروں، میں تو ایک (معمولی) آدمی ہوں، اللہ کی عبادت کرتا ہوں نماز و روزہ اور اعمال خیر کی کثرت کرتا ہوں۔ اسکے سوا میرا کچھ کام نہیں۔ اسکے بعد حامد نے ابوعمر قاضی اور ابوجعفر ابن بہلول قاضی اور فقہائے عظام کی ایک جماعت کو بلا کر ان سے ابن منصور کی بابت استفتاء کیا. ان حضرات نے فرمایا کہ وہ اس کے قتل کا فتوٰے اس وقت تک نہیں دے سکتے جب تک ان کے سامنے کوئی ایسی بات ثابت نہ ہو جو اس پر قتل کو واجب کر دے اور اور دوسروں نے اسکے متعلق جو کچھ دعوٰے کیا ہے وہ اس پر حجت نہیں. جب تک دلیل سے اسکے منہ پر ثابت نہ کیا جائے، یا وہ خود اقرار کرے. پس سب سے پہلے جس شخص نے حلاج کی حالت کو ظاہر کیا، بصرہ کا ایک شخص تھا مگر اس کا نام و نشان کچھ نہیں، مجہول محض ہے، اس نے

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

پانے کو حلاج کا خیر خواہ ظاہر کیا (گویا سرکاری گواہ بن گیا) اور کہا میں اسکے اصحاب کو پہچانتا ہوں، جو مختلف شہروں میں پھیلے ہوئے اور اسکی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ میں نے بھی اسکی بات کو مان لیا تھا، پھر مجھے اسکی فریب کاری معلوم ہو گئی تو اس جماعت سے علیحدہ ہو گیا اور اسکی حقیقت منکشف ہو جانے پر اللہ کا شکر ادا کیا (نفلیں پڑھیں)، ابو علی ہارون بن عبدالعزیز اوراجی دربار کا منشی اسکو مانتا ہے اس نے ایک کتاب بھی لکھی ہے، جس میں حلاج کے خوارق اور حیلوں کو جمع کیا ہے اور وہ اسکی جماعت کے پاس موجود ہے، حلاج اس وقت بادشاہی محل میں نظر بند تھا، ہر شخص کو اس سے ملنے کی اجازت تھی، نصر حاجب اس کا نگہبان تھا۔ اور وہ بھی اسکے پھندے میں پھنس گیا تھا، خدام شاہی میں اس کا ذکر عظمت کے ساتھ ہوتا تھا۔ مقتدر نے اسکو علی بن عیسیٰ کے حوالہ کیا، کہ اس سے گفتگو کر کے معاملہ کی تحقیق کرے، چنانچہ علی بن عیسیٰ نے اپنی مجلس میں اسے طلب کیا اور سختی کے ساتھ گفتگو کی۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت ابن منصور نے علی بن عیسیٰ سے آہستہ کہا کہ بس جس حد تک تم پہونچ چکے اس سے آگے نہ بڑھو، ورنہ میں تیرے اوپر زمین کا تختہ الٹ دوں گا۔

بنت سمری کی ابن منصور کے خلاف شہادت اور اسکا جواب نیز اس قسم کی اور کچھ بات کہی تو علی بن عیسیٰ اس کے ساتھ گفتگو کرنے سے ڈر گیا اور اس معاملہ سے الگ ہو گیا، تو اس کو حامد بن العباس کے سپرد کیا گیا، اس نے سمری[۵] کی بیٹی کو حلاج کے پاس بھیجا وہ محل شاہی میں مدت تک اسکے پاس رہی پھر اس لڑکی کو حامد کے پاس بھیجا گیا تاکہ اسکے سامنے جو حالات و واقعات پیش آئے ہوں ان کو معلوم کیا جاسکے۔ ابوالقاسم بن زنجی کا بیان ہے کہ جس وقت بنت سمری حامد کے پاس آئی ہے میں بھی مجلس میں حاضر تھا اور ابو علی احمد بن نصر بھی موجود تھا، یہ لڑکی فصیح گفتار، شیریں بیان اور مقبول صورت تھی (سبحان اللہ کیسے کیسے گواہ منتخب کئے گئے اور کس طرح خلاف شریعت نامحرم کو ابن منصور کے پاس تنہائی میں رکھا گیا، وہ غریب تو مجبور تھا، کیونکہ محل شاہی سے کسی کو نکالنے کی اسے قدرت نہ تھی، اگر دوسرے تو مجبور نہ تھے، پھر باوجود

---

[۵] سمری حلاج کے اصحاب میں سے ہے ۱۲۔

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسقدر کوشش کے ابن منصور کی عفت و پاکدامنی پر حرف لگانے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی، جس سے ان کا بدرجہ غایت متقی ہونا واضح ہے) اس لڑکی نے بیان کیا کہ حلاج نے مجھ سے کہا کہ میں نے تیرا نکاح اپنے بیٹے سلیمان سے جو تمام اولاد میں مجھے زیادہ عزیز ہے اور نیشاپور میں مقیم ہے کر دیا ہے (غالبًا سمری نے بھی اس کو منظور کر لیا ہوگا یا اسکی منظوری کا ظن غالب یقین ہوگا) اور یہ بھی کہا کہ میاں بیوی میں کبھی نہ کبھی کوئی بات ہو جاتی ہے، یا کوئی ناگوار واقعہ پیش آجاتا ہے۔ تو عنقریب اسکے پاس پہونچے گی اور میں نے تیرے متعلق اسکو وصیت کر دی ہے، اگر تجھے اس کے ساتھ کوئی ناگوار بات پیش آئے تو اس دن روزہ رکھنا اور دن کے آخری حصّہ میں چھت پر جاکر راکھ پر کھڑی ہونا اور خالص نمک سے روزہ افطار کر کے میری طرف متوجہ ہونا اور جو ناگوار پیش آئی ہو اس کا ذکر کرنا میں اسکو سنوں گا اور تجھے دیکھوں گا۔

(اہل اشراق و اہل تصرف سے ایسا کچھ بعید نہیں۔ کرامات اولیاء میں ایسے واقعات بہ کثرت موجود ہیں کہ مرید نے دور سے شیخ کو پکارا اور شیخ نے اسکی امداد کی)

بنت سمری کا ابن منصور کی طرف ایک کلمۂ کفر منسوب کرنا اور اس کا جواب

بنت سمری نے کہا کہ ایک دن صبح کے وقت میں چھت سے اتر رہی تھی، حلاج کی لڑکی میرے ساتھ تھی اور وہ مکان کے صحن میں تھے۔ جب ہم زینے میں اس جگہ پہونچے جہاں سے وہ ہم کو دیکھتے اور ہم ان کو دیکھتے تھے، تو اُن کی لڑکی نے مجھ سے کہا۔ ان کے آگے سجدہ کرو۔ میں نے کہا، کیا اللہ کے سوا بھی کسی کو سجدہ کیا جا سکتا ہے؟ میرا یہ جواب حلاج نے سن لیا۔ تو کہا۔ نعم الٰہ فی السماء و الٰہ فی الارض لا الٰہ الا اللہ وحدہ۔

(ہاں آسمان میں بھی معبود ہے؟ زمین میں بھی معبود ہے، اللہ وحدہ کے سوا کوئی معبود نہیں) اس جواب میں اگر لا الٰہ الا اللہ وحدہ نہ ہوتا تو واقعی یہ کلمۂ کفر تھا۔ مگر آخری جملہ نے مجبور کر دیا ہے کہ پہلے جملہ کو بھی توحید پر محمول کیا جائے، پس تقدیر کلام یہ ہے نعم یجوز السجود لغیر اللہ علیٰ وجہ التحیۃ لا علیٰ وجہ العبادۃ فان اللہ الٰہ فی الارض و الٰہ فی السماء وھو نظیر۔ قولہ تعالیٰ وھو الذی فی السماء الٰہ وفی الارض الٰہ یعنی سجدہ غیر اللہ کو بھی جائز ہے۔ تحیت و تعظیم کے طریقہ پر، نہ

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

عبادت کی نیت سے کیونکہ معبود تو آسمان و زمین میں اللہ ہی ہے، اللہ وحدہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سجدۂ تحیت کا جواز علماء میں مختلف فیہ ہے۔ گو صحیح عدم جواز ہے، تو غایت مافی الباب یہ ابن منصور کی ایک علمی اور فقہی غلطی ہوگی جس میں وہ منفرد نہیں۔ مگر اس سے کفر تو لازم نہیں آسکتا اور اس تاویل کی حاجت بھی بر تقدیر صحت روایت ہے ورنہ بنت سمری کی روایت پر نہ اعتماد کیا جاسکتا ہے، نہ اسکی روایت سے ابن منصور پر کوئی الزام قائم ہوسکتا ہے۔ کیونکہ یہ عورت مجہول ہے۔ جسکے ثقہ، غیر ثقہ ہونے کا کچھ علم نہیں۔ پھر وہ اس روایت میں تنہا ہے اور ایک عورت کے بیان سے کوئی حجت قائم نہیں ہوسکتی۔

بنت سمری نے یہ بھی کہا کہ ابن منصور نے ایک دن مجھے بلایا اور اپنا ہاتھ آستین کے اندر ڈالکر نکالا تو وہ مشک سے بھرا ہوا تھا، وہ مشک مجھے دی، دوبارہ پھر آستین میں ہاتھ ڈالا اور مشک سے بھرا ہوا نکالا، وہ بھی مجھے دی۔ اسی طرح چند بار کیا اور کہا اس کو اپنی خوشبو میں ڈال لے، کیونکہ عورت جب مرد کے پاس پہونچتی ہے اُسے خوشبو کی حاجت ہوتی ہے، پھر ایک دن وہ اپنے کمرہ میں بوریوں پر بیٹھے ہوئے تھے، مجھے بلایا اور کہا، فلاں جگہ سے بوریہ اٹھاؤ اور اسکے نیچے سے جتنا چاہو لے لو، میں نے اس جگہ سے بوریہ اٹھایا تو اسکے نیچے تمام گھر میں دینار بچھے ہوئے دیکھے جس سے میری آنکھوں میں چکاچوند ہونے لگی۔

ابن منصور اور ان کے متبعین کے بارے میں ابوالقاسم بن زنجی کا بیان،

ابوالقاسم بن زنجی[ع] کا بیان ہے کہ جو خطوط اصحاب حلاج کے پاس سے ضبط کئے گئے تھے ان میں حلاج کے آدمیوں کی طرف سے جو اطراف بلاد میں کام کرنے والے تھے، عجیب مکاتبات تھیں جن میں حلاج کی وصیت بھی تھی کہ لوگوں کو کس بات کی دعوت دیجائے اور کیا کیا احکام دیئے جائیں اور یہ کہ لوگوں کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف اور ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کی طرف منتقل کیا جائے۔ حتیٰ کہ انتہائی درجہ پر پہونچ جائیں نیز یہ کہ ہر جماعت سے اُنکی عقل و فہم کے موافق گفتگو اور ایسے انداز سے بات چیت کی جائے کہ وہ مان لیں اور اطاعت کر لیں

ع یہ بھی مجہول ہے جسکے ثقہ غیر ثقہ ہونے کا کچھ علم نہیں اور یہ شخص اور اس کا باپ دونوں حامد کے درباریوں میں سے ہیں اور اہل دربار عموماً جیسے ثقہ ہوتے ہیں ظاہر ہے واللہ اعلم ۱۲ ظ۔

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

جو لوگ ان سے خط و کتابت کرتے تھے ان کو خاص رموز میں جواب دیا جاتا تھا، جنکو بجز کاتب اور مکتوب الیہ کے کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔

ابن منصور کی چند کرامات ابو القاسم بن زنجی کہتا ہے کہ ایک دن میں اور میرا باپ حامد کے پاس تھے کہ دفعتاً وہ اپنی مجلس سے اُٹھ کھڑا ہوا اور ہم دار العلوم کے برآمدے میں چلے گئے۔ وہاں جاکر بیٹھے ہی تھے کہ ہارون ابو عمران، عالم، میرے باپ کے پاس تشریف لائے۔ اُن سے باتیں کرنے لگے۔ ناگاہ حامد کا غلام جو حلاج کی نگرانی پر مقرر تھا۔ گھبرایا ہوا آیا اور ہارون کو اشارہ کیا۔ وہ جلدی سے اس کے پاس گئے۔ ہمیں کچھ پتہ نہ تھا کہ بات کیا تھی، کچھ دیر کے بعد واپس آئے تو ان کے چہرے کا رنگ بہت بدلا ہوا تھا، میرے باپ نے اُنکی حالت بدلی ہوئی دیکھی تو سبب دریافت کیا، کہا مجھے اس غلام نے جو حلاج کا نگران ہے بلایا تھا۔ میں اسکے پاس گیا، تو بتلایا کہ وہ حلاج کے پاس آج بھی طباق لے کر گیا تھا جو ہر دن اسکے واسطے لے جانے کا حکم ہے وہاں جاکر دیکھا کہ چھت سے زمین تک تمام کرہ کو حلاج نے اپنے بدن سے بھر لیا ہے کہ کوئی جگہ بھی اس سے خالی نہیں۔ یہ حالت دیکھ کر اس پر ہیبت طاری ہوگئی اور طباق کو ہاتھ سے پھینک کر جلدی سے بھاگا اور ہارون نے بیان کیا کہ غلام اس وقت کانپ رہا اور پسینہ پسینہ ہو رہا تھا اسکو بخار بھی ہوگیا ہے ہم اس بات پر تعجب کر رہے تھے کہ حامد کا قاصد پہونچا اور مجلس میں آنے کی ہمیں اجازت دی۔ ہم اسکے پاس پہونچے اور غلام کی بات کا تذکرہ چھیڑا گیا۔ حامد نے غلام کو بلایا۔ اور قصہ دریافت کیا۔ وہ بخار ہی کی حالت میں آیا۔ اور تمام واقعہ سُنا دیا۔ حامد نے اسکو جھٹلایا اور گالی دے کر کہا کہ تو بھی حلاج کی نیرنگیوں سے ڈر گیا ہے تجھ پر خدا کی لعنت جا، میرے پاس سے دور ہو۔ غلام چلا گیا اور مدّت دراز تک اسی حالت میں مبتلائے بخار رہا۔

اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو اس میں بھی حلاج کی کوئی خطا نہ تھی۔ کراماتِ اولیاء میں ایسے واقعات بکثرت منقول ہیں کہ ان کا جسم کبھی بڑھ جاتا، کبھی ہر ہر عضو الگ ہو جاتا تھا۔

ابن منصور کا اقرار عبدیت اور دعوائے خدائی سے براءت بیان کیا جاتا ہے کہ مقتدر باللہ خلیفۂ وقت، نے حلاج کے پاس اپنے خادم کو ایک مردہ پرندہ دے کر بھیجا کہ یہ طوطا

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

میرے لڑکے ابوالعباس کا تھا جس سے اس کو بہت محبت تھی۔ اب یہ مرگیا ہے، اگر تیرا دعوے صحیح ہے تو اسکو زندہ کر دے، یہ سُنکر حلاج گھر کے ایک گوشہ میں گیا اور پیشاب کرنے لگا، اور کہا جس شخص کی یہ حالت ہو کہ ہگتا موتا ہو، وہ مردہ کو زندہ نہیں کر سکتا، تو خلیفہ کے پاس واپس جا اور جو کچھ دیکھا سنا ہے اُس سے بیان کر دے۔ پھر کہا، ہاں یہ ضرور ہے کہ میرے لئے ایک ایسا بھی ہے جسکو میں ادنیٰ اشارہ کر دوں تو وہ پرندہ کو اصلی حالت میں لوٹا دے گا۔

(مراد حق تعالیٰ شانہٗ ہیں جو اپنے خاص بندوں کی دعا قبول فرماتے ہیں۔ ابن منصور کو حق تعالیٰ کا معاملہ اپنے ساتھ معلوم تھا۔ اسلئے وثوق تھا کہ میری دعا قبول ہوگی۔ واللہ اعلم۔ غرض اس واقعہ میں ابن منصور نے اپنی عبدیت اور عجز کا صاف اقرار کیا ہے کہ بندہ عاجز ہو جو ہگنے موتنے میں ملوث ہے کچھ نہیں کر سکتا اسکے ہاتھ سے جو کچھ خوارق ظاہر ہوتے ہیں حکم الٰہی سے ظاہر ہوتے ہیں۔)

خادم مقتدر کے پاس واپس گیا، اور جو کچھ دیکھا سنا تھا بیان کر دیا۔ اس نے کہا تو پھر حلاج کے پاس جا اور اس سے کہہ کہ مقصود تو اس پرندہ کا زندہ ہو جانا ہے تو جس کو چاہے اشارہ کر دیجے اس پر حلاج نے کہا کہ پرندہ کو میرے حوالہ کر۔ خادم نے مردہ پرندہ اسکے ہاتھ میں دیا حلاج نے اسے اپنے گھٹنے پر رکھ کر آستین سے چھپالیا پھر کچھ پڑھا اور آستین اٹھائی تو پرندہ زندہ ہو چکا تھا خادم اسکو (زندہ حالت میں) مقتدر کے پاس لایا اور جو کچھ دیکھا تھا کہہ سنایا۔ مقتدر نے حامد بن عباس کے پاس آدمی بھیجا کہ حلاج نے آج ایسا ایسا کیا ہے حامد نے کہا امیرالمؤمنین اس کو قتل ہی کر دینا ٹھیک ہے، ورنہ لوگ اسکی وجہ سے فتنہ میں پڑ جائیں گے۔ مگر مقتدر نے اُسکے قتل میں توقف کیا۔

ابن منصور کی تمام الزامات سے براءت اور وزیر حامد کے فتوے لینے کی کوشش

ف۔ یہ تمام واقعات اس حقیقت کو واضح کر رہے ہیں کہ ابن منصور کے قصہ میں مریدانِ می پرانند کا معاملہ ہوا ہے بعض نادان کرامات دیکھکر ان کو خدا کہنے لگے اور پرستش کرنے لگے تھے مگر خود ابن منصور اُنکو جھوٹا بتلاتے اور اُنکی باتوں سے بیزاری ظاہر کرتے تھے وہ بار بار شہادتین کا اقرار کرتے اور شرائع اسلام کا اظہار اور صاف صاف کہتے تھے کہ میں نہ خدائی کا مدعی ہوں نہ نبوت کا میں تو معمولی آدمی ہوں روزہ نماز اور اعمال خیر بکثرت کرتا ہوں اسکے

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

سوا کچھ نہیں جانتا مگر معتقدوں نے انکو خدا بنا کر لوگوں کو دعوت دینی شروع کی تمام اطراف میں یہ دعوت پھیلنے لگی اور کرامات دیکھ عوام اُنکے مریدوں کے جال میں پھنسنے لگے تو وزیر حامد بن العباس کو اسلام میں فتنہ برپا ہونے کا اندیشہ ہوا اور شاید یہ بھی اندیشہ ہوا ہوگا کہ یہ جماعت ترقی پاگئی تو خلافت کو بھی خطرہ کا سامنا ہوگا اسلئے اس نے عوام کے دین کی حفاظت اور خلافت کی سلامتی اسی میں دیکھی کہ ابن منصور کو قتل کر دیا جائے مگر وہ اس کوشش میں تھا کہ اس کی زبان سے کوئی ایسی بات صادر ہو جس پر گرفت کر کے علماء سے فتوائے قتل حاصل کیا جائے چنانچہ وہ مضمون حج کا اسکی کتاب میں نکل آیا جس پر قاضی کی زبان سے ابن منصور کے حق میں یا حلال الدم نکل گیا اور وزیر نے قاضی کے اس جملہ کو پکڑ لیا پھر فتوائے قتل پر مجبور کیا جسکے بعد خلیفہ نے بھی علماء کے فتوے پر قتل کی اجازت دیدی۔

آٹھواں سبب (ابو بکر صولی کا بیان) ابو بکر صولی کہتا ہے کہ میں نے حلاج کو دیکھا ہے اسکی مجلس میں بیٹھا ہوں۔ میری رائے میں وہ جاہل تھا مگر عاقل بنتا تھا گفتگو سے عاجز تھا مگر بہ تکلف فصیح بنتا تھا، فاسق تھا جاہل بنتا تھا، ظاہر میں عابد صوفی تھا مگر جب کسی شہر کے آدمیوں کو اعتزال کی طرف مائل دیکھتا معتزلی بن جاتا۔ یا امامیہ کے مذہب پر پاتا تو امامیہ بن جاتا اور ان سے کہتا کہ مجھے تمہارے امام کی خبر ہے۔ اور جس بستی کو اہل سنت کے طریقہ پر دیکھتا وہاں سنی بن جاتا اور اسکی حرکتیں خفیف تھیں فتنہ پرداز تھا علم طب بھی کچھ جانتا اور کیمیا کا بھی تجربہ رکھتا تھا اور باوجود جہل کے خبیث تھا شہر در شہر گھومتا تھا۔

ابو بکر صولی کون تھا؟ (ابو بکر صولی کا نام محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن عباس ابن محمد بن صول ہے مشہور ادیب ہے، سمعانی نے نسبت صولی کے تحت میں اس کا تذکرہ کیا ہے، ورق ۳۵۰ لسان المیزان ج ۵ صفحہ ۴۲۷ میں بھی اس کا ذکر ہے، خلفاء کا ندیم و ہمنشین، سلاطین و خلفاء و شعراء کے اخبار کا عالم، اور خود بھی بڑا شاعر تھا، خلفاء کی مدح اور تغزل میں بہت اشعار کہے، کتابیں بھی بہت تصنیف کیں، ابو داؤد سجستانی صاحب السنن سے حدیث روایت کی اور معاذ بن مثنیٰ عنبری وغیرہ سے بھی، اس سے دار قطنی اور ابو بکر بن شاذان وغیرہ نے روایت کی ہے۔

ابن سمعانی نے ابن مندہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ اس نے ابو القاسم سے سُنا، اُس نے ابو الحسین بن فارس سے سُنا، اس نے ابو احمد بن ابی العشار سے سُنا کہ ابو احمد عسکری صولی پر

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

پر جھوٹ بولتا ہے جیسا صولی غلابی پر جھوٹ بولتا تھا، جیسا غلابی سب لوگوں پر جھوٹ بولتا تھا (لسان ص ۴۲۸ ج ۵)

حافظ نے ابو احمد بن ابی العشار کی یہ جرح نقل کر کے فرمایا ہے کہ خطیب نے اُس کو قبول سے موصوف کیا ہے،

احقر عرض کرتا ہے کہ خطیب کی عبارت سے اس کا مقبول الروایت ہونا مفہوم نہیں ہوتا بلکہ خلفاء کے نزدیک مقبول القول ہونا معلوم ہوتا ہے۔ انساب سمعانی کے الفاظ ملاحظہ ہوں:-

"نادم عدۃ من الخلفاء وکان حسن الاعتقاد جمیل الطریقۃ مقبول القول ولہ اثرۃ حسنۃ علی ما ذکرنا ولہ شعر کثیر فی المدح والغزل"

"یعنی وہ کئی خلفاء کا ندیم رہا ہے، خوش اعتقاد اچھے چال چلن کا اور مقبول القول تھا (اسکی بات مانی جاتی تھی اور) بڑی عزت تھی اس نے مدح اور غزل میں بہت اشعار کہے ہیں" اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ مقبول القول کا یہ مطلب نہیں کہ محدثین کے نزدیک اسکی روایت مقبول تھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ جن خلفاء کا وہ ندیم رہا ہے اُنکے یہاں اسکی بات مانی جاتی تھی اس سے اُسکا محدثین کے نزدیک ثقہ یا مقبول ہونا مفہوم نہیں ہوتا۔

اگر اس تفسیر کو کوئی راجح نہ سمجھے تو متحمل ہونے کا تو انکار ہی نہیں ہو سکتا اور احتمال کا مادم استدلال ہونا ظاہر ہے اور ابو احمد بن ابی العشار نے جو جرح اس پر کی ہے، بہت سخت جرح ہے کیونکہ کذب سے بڑھ کر محدثین کے نزدیک کوئی جرح نہیں۔ اسلئے خطیب کا یہ مبہم اور مجمل جملہ اس کو رد نہیں کر سکتا۔

ابو بکر صولی کے الزام کا جواب بہر حال ابو بکر صولی کی حیثیت ایک شاعر، ادیب اور مورخ سے زیادہ نہیں، اسکے قول سے ابن منصور کو مجروح نہیں کیا جا سکتا، پھر یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا، کہ جب وہ تسلیم کرتا ہے کہ ابن منصور ظاہر میں زاہد بنتے تھے تو اس کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ان کا زہد بناوٹی تھا حقیقی نہ تھا۔ پھر یہ اسکی تنہا رائے ہے جو ابوالقاسم نصرآبادی شیخ طریقت و محدث اور ابو عبداللہ بن خفیف شیرازی اور ابو العباس بن عطاء اور شبلی جیسے ثقات صوفیہ کرام کے سامنے کچھ وقعت نہیں رکھتی۔

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

رہا یہ کہ ابن منصور جس جگہ جاتے اسی بستی کا طریقہ اختیار کر لیتے سو اس میں غالباً ابو بکر صولی کو اُنکے طریقۂ تبلیغ سے دھوکہ ہوا ہے اوپر بتلا دیا گیا ہے کہ صوفیا کا طرز دعوت علمائے ظاہر کے طریقۂ تبلیغ سے الگ ہے وہ اہل اسلام کے تمام فرقوں سے مدارات اور ہمدردی کا معاملہ فرماتے اور لطیف تدبیر سے حق کی طرف ہدایت کرتے ہیں جس سے بعض دفعہ ناواقف کو دھوکہ ہو جاتا ہے کہ ان کا کوئی خاص مذہب نہیں حالانکہ وہ فی نفسہٖ طریقِ کتاب وسنت پر پختہ ہوتے ہیں مگر دعوتِ تبلیغ میں تعصب اور سختی سے کام نہیں لیتے۔

رہا یہ کہ وہ جاہل وغبی اور فاجر فتنہ پرواز خبیث تھے تو ابو عبد اللہ بن خفیف کا قول اسکے معارض ہے کہ ابن منصور عالم ربانی تھے نیز ابو القاسم نصر آبادی کا قول بھی کہ اگر انبیأ وصد یقین کے بعد کوئی موحد ہے تو حسین بن منصور حلاج ہے۔ نیز ان کے عارفانہ اقوال کا جو نمونہ اوپر گذر چکا ہے وہ بھی صولی کے اس قول کی تردید کرتا ہے کسی جاہل کی تو کیا معمولی عالم کی بھی مجال نہیں کہ ایسے پرمغز جامع کلمات سے تکلم کر سکے۔ ابو بکر صولی نے الفاظ تو بہت کہدیئے ہیں مگر اس کو ابن منصور کے فسق وفجور اور خبث وفتنہ پردازی کا ایک واقعہ بیان کرنے کی بھی جرأت نہیں ہوئی اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ جرح کس درجہ کی ہے)

ابن منصور کے دعوائے خدائی پر علی راسبی کی جھوٹی شہادت

ابو بکر صولی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے حلاج کو گرفتار کیا ابو الحسین علی بن احمد راسبی تھا اس نے حلاج اور اسکے غلام کو ربیع الآخر ۳۰۱ھ میں بغداد پہونچایا اور دو اونٹوں پر سوار کر کے مشتہر کیا اور اُن کے ہمراہ ایک کتبہ لگا دیا کہ میرے پاس بیّنہ (شہادت) قائم ہوگئی ہے کہ حلاج خدائی کا دعوی کرتا اور حلول کا قائل ہے۔

(اس شہادت کا جھوٹا ہونا اسی سے ظاہر ہے کہ اس شہادت کے بعد آٹھ نو سال تک علماء اور فقہاء ابن منصور کے قتل کا فتوے نہ دے سکے ۳۰۹ھ میں جب حج کا مضمون اُنکی کتاب میں نکلا تو قاضی نے بعد انکار بسیار محض وزیر کے اصرار سے قتل کا فتوی دیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حلاج کے اصحاب نے جو اُنکو خدا بنا لیا تھا اور پرستش کرنے لگے تھے اسی سے علی بن احمد کو خیال ہو گیا کہ یہ شخص خدائی کا مدعی ہے حالانکہ وہ ان خرافات سے بری تھے۔)

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

صولی کہتے ہیں، کہا گیا ہے وہ شروع شروع حضرت رضا کی طرف دعوت دیتا تھا لوگوں نے مخبری کی تو اسکو سزا دی گئی۔ وہ جاہل آدمی کو اول اپنا کچھ شعبدہ دکھلاتا جب اسکو اعتماد ہو جاتا تو اپنی خدائی کی طرف دعوت دیتا تھا چنانچہ ابو سہل بن نوبخت کو بھی اسکی دعوت دی تو اس نے کہا میرے سر کے اگلے حصہ میں بال اگا دے پھر اسکی حالت ترقی پاتی گئی یہاں تک کہ نصر حاجب اسکا حامی بن گیا کیونکہ اس سے کہا گیا تھا کہ ابن منصور دراصل سنی ہے رافضی اسکو قتل کرانا چاہتے ہیں۔

اسکے خطوط میں یہ بھی تھا کہ میں ہی قوم نوح کو غرق کرنے والا عاد و ثمود کو ہلاک کرنے والا ہوں اور اپنے اصحاب میں کسی سے کہتا تھا کہ تو نوحؑ ہے کسی سے کہتا تو موسیٰؑ ہے، کسی سے کہتا تو محمدؐ ہے، انکی روحیں تمہارے اجسام کی طرف واپس کر دی گئی ہیں۔

(ابو بکر صولی نے اس روایت کو قال وقیل سے بیان کیا ہے سند کے ساتھ بیان نہیں کیا، نہ خود اپنا سماع ظاہر کیا پھر اس میں بھی تعارض ہے کبھی کہتا ہے حضرت رضا کی طرف دعوت دیتا تھا کبھی کہتا ہے وہ سنی تھا رافضی اسکے قتل کے درپے تھے ایسی مہمل روائیتوں پر اگر التفات کیا جائے تو بڑے سے بڑا عالم بھی جرح سے سالم نہ رہے گا)

ابن منصور پر اسلامی عبادات کا مفہوم بدلنے کا الزام اور اس کی حقیقت، وزیر حامد بن عباس نے اس کی بعض کتابوں میں یہ مضمون بھی پایا کہ اگر آدمی تین دن تین رات متواتر روزے رکھے اور (درمیان) میں افطار نہ کرے۔ چوتھے روز ہندبا کے چند پتوں پر افطار کرے تو رمضان کے روزوں کی ضرورت نہ رہے گی۔ اور اگر کسی رات میں شروع سے صبح تک دو رکعتیں پڑھے تو اسکے بعد نماز کی ضرورت نہ رہے گی۔ اور اگر کسی دن اپنی ساری مملوکات کو جو اس وقت اسکے ملک میں ہوں صدقہ کر دے تو ہمیشہ کے لئے، زکوٰۃ کا قائم مقام ہو جائے گا۔ اور اگر ایک کمرہ بنا کر چند روزے رکھے پھر اس کمرہ کے گرد ننگا ہو کر طواف کرے تو اسکو حج کی ضرورت نہ رہے گی۔ اور اگر قریش کے قبرستان میں جا کر قبور شہدا کی زیارت کرے اور وہاں دس دن قیام کر کے نماز پڑھتا دعا کرتا رہے اور متواتر روزے رکھے اور افطار کے وقت بجز قدر قلیل جو کی روٹی اور خالص نمک کے کچھ نہ کھائے تو پھر اس کو ساری عمر عبادت کی ضرورت نہ رہے گی۔ وزیر نے علماء فقہاء اور قاضیوں کو جمع کیا پھر حلاج سے پوچھا گیا کہ تم اس کتاب کو پہچانتے ہو؟ کہا، ہاں یہ

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

کتاب السنن حسن بصری کی ہے۔ حامد نے کہا کیا تم اس کتاب کے مضامین کو نہیں مانتے؟ کہا کیوں نہیں یہ تو ایسی کتاب ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسکے موافق معاملہ کرتا ہوں۔ قاضی ابو عمر نے کہا یہ تو سراسر احکام اسلام کے منافی ہے۔ پھر قاضی نے اُن سے کچھ اور گفتگو کی یہاں تک کہ ان کی زبان سے حلاج کے متعلق یا حلال الدم نکل گیا۔ فقہاء نے بھی اُنکی موافقت کی اور ان کے قتل کا فتوٰے دے دیا ان کے خون کو مباح کر دیا گیا پھر یہ سب کارروائی مقتدر باللہ کے پاس لکھ کر بھیجی گئی تو اس نے فرمان بھیجا کہ اگر قاضیوں نے حلاج کے قتل کا فتوٰے دے دیا ہے تو محمد بن عبدالصمد کوتوال حاضر ہو اور اُسکے ہزار کوڑے لگائے اگر اسی میں ہلاک ہو جائے تو فبہا ورنہ گردن ماری جائے اھ۔

ف۔ اس روایت کا طرز بیان بھی ابن خلکان کے موافق ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن منصور کو کتاب کا مضمون نہیں سنایا گیا صرف صورت دکھلا کر سوال کیا گیا تھا کہ اس کو مانتے ہو یا نہیں؟ حلاج کو ان خرافات کی اصلاً خبر نہ تھی جو دشمنانِ اسلام نے فریب کاری سے اُس میں ملحق کر دی تھی اور ظاہر ہے کہ ایسا اقرار جوانہ قتل میں ہرگز حجت نہیں جب تک مشتبہ مقامات کو تفصیل وار سنا کر اقرار نہ لیا جائے اور ان مضامین کا ابن منصور کے نزدیک غلط اور افتراء علے اللہ ہونا خود اُنکی زندگی کے مطالعہ سے واضح ہے۔

جو شخص چند مرتبہ مکہ معظمہ جا کر سالہا سال قیام کرتا اور بار بار حج کرتا ہو اور روزانہ ہزار رکعتیں اس حال میں پڑھتا ہو کہ پیروں میں لوہے کی تیرہ تیرہ بیڑیاں وزنی پڑی ہوئی ہوں اور زندگی بھر روزہ رکھنے کا عادی رہا ہو وہ ایک رات کی دو رکعت کو عمر بھر کی نماز کے برابر یا تین دن کے روزوں کو صیام رمضان کے برابر یا اپنے گھر کے طواف کو حج کا قائم مقام کیونکر کہہ سکتا ہے۔

اگر معاذ اللہ ابن منصور ساحر و زندیق ہوتے تو خود اپنی ذات کے لئے روزانہ ہزار رکعتیں اور صیام الدہر اور زندگی میں بار بار سفر حج اور مکہ میں مدت تک قیام کیوں تجویز کرتے پس یقیناً یہ مضامین کسی نے کتاب السنن حسن بصری میں ملحق کر دیئے تھے جنکی ابن منصور کو اطلاع نہ تھی اور بہ تقدیر اطلاع مفصل جواب اوپر گذر چکا۔

نواں سبب (دعوائے مہدویت) اور اسکا جواب

عریب بن سعد قرطبی لکھتا ہے

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہا جاتا ہے کہ حامد نے راسبی کے گھروں میں حلاج کو گرفتار کیا تھا کبھی تو وہ اصلاح (و بزرگی) کا دعوے کرتا تھا کبھی مہدی ہونے کا حامد نے اس سے کہا کہ اس کے بعد خدا کیسے بن گیا؟ حلاج کے اصحاب میں سمری بھی تھا جسکو حامد نے گرفتار کیا اور اس سے پوچھا کہ تجھے حلاج کی تصدیق پر کس بات نے آمادہ کیا کہا میں اسکے ساتھ سردی کے موسم میں اصطخر گیا تھا میں نے اس کو بتلایا کہ مجھے ککڑی کا بہت شوق ہے تو اس نے پہاڑ کے کنارے پر ہاتھ مارا اور برف میں سے سبز ککڑی برآمد کر کے میرے حوالہ کی حامد نے کہا پھر تو نے اُسے کھایا بھی تھا؟ کہا ہاں۔ حامد نے کہا او ہزار اور لاکھ زانی عورتوں کے بیٹے (حرامزادے)، تو جھوٹا ہے اسکے بعد اسکے جبڑوں پر گھونسہ مارنے کا حکم دیا غلاموں نے مارنا شروع کیا وہ چلاتا تھا کہ ہم کو اسی بات کا اندیشہ تھا کہ لوگ .. ری باتوں کو جھٹلائیں گے حامد نے کہا، ہم نے بازیگروں کے شعبدے دیکھے ہیں وہ میوے بنا کر دکھلاتے تھے مگر جیب کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ میں وہ پہونچتے اونٹ کی مینگنیاں بن جاتے تھے۔ حامد نے محمود بن علی قنائی کو بھی گرفتار کیا اور اسکے گھر سے ایک ڈبہ مہر لگا ہوا دستیاب کیا جس میں حلاج کا پیشاب پاخانہ بوتلوں میں بند کیا گیا تھا جس سے وہ (امراض میں) شفا حاصل کرتا تھا مگر حلاج جب حامد کے سامنے آتا یہی کہتا تھا۔

"لا الٰہ الا انت ظلمت نفسی وعملت سوء فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت" اے اللہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں میں گنہگار ہوں اپنی جان پر میں نے ظلم کیا ہے مجھے بخشدیجئے کہ آپ کے سوا ان گناہوں کو کوئی نہیں بخش سکتا"

ف:۔ دراصل جاہل و احمق مرید ہی ابن منصور کے قتل کا سبب بنے ان بے وقوفوں نے ان کو خدائی کا رتبہ دے دیا جس سے وزیر ان کے درپے ہو گیا مگر اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ ابن منصور ان احمقوں سے اور ان کے اعتقاد سے بیزار تھے ان کو جھوٹا کہتے تھے اور اس روایت میں بھی اقرار توحید و استغفار موجود ہے پس حقیقت میں مستحق قتل یہ لوگ تھے جو باوجود ابن منصور کے اقرار عبدیت کے ان کو خدا کہتے اور لوگوں کو انکی خدائی کا قائل بنانا چاہتے تھے۔

اس روایت کے شروع میں جو دعوے مہدیت وغیرہ کی نسبت ابن منصور کی طرف

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی گئی ہے وہ محض حکایت کے طور پر بے سند کے ساتھ نہیں اس لئے لائق توجہ نہیں ۔

● دسواں سبب (دوبارہ زندہ ہوجانے کا دعویٰ) اور اسکا جواب | عریب بن سعد نے خطیب کے واسطہ سے ابوعمرو بن حیویہ سے روایت کیا ہے کہ جب حلاج کو قتل کے واسطے باہر لایا گیا تو میں بھی لوگوں کے ساتھ وہاں پہنچا لوگوں کے ساتھ ہجوم میں گھستا ہوا چلا گیا یہاں تک کہ میں نے اسکو دیکھا کہ اپنے اصحاب سے کہہ رہا ہے ۔

"تم کو میری اس حالت سے گھبرانا نہ چاہیئے کیونکہ میں تیس دن کے بعد تمہارے پاس واپس آجاؤں گا ۔"

اور یہ سند بلاشک صحیح ہے جو اس شخص کی اصلی حالت کو واضح کر رہی ہے کہ وہ بیہودہ دعوے کرنے والا تھا مرتے دم تک لوگوں کی عقلوں سے کھیلتا رہا ۔ انتہیٰ ۔

ف ۔ خطیب نے جتنی روایات ابن منصور کی جرح وطعن میں نقل کی ہیں بجز اس روایت کے کسی کی سند کو صحیح نہیں بتلایا اسی سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان جروح کا اصول تنقید کے لحاظ سے کیا درجہ ہے مگر پھر بھی ان تمام جروح سے ابن منصور کا کفر و زندقہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا جیسا مفصل عرض کر دیا گیا ہے ۔

اب اس صحیح سند سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے اس پر بھی توجہ کرنا چاہیئے ۔ اس واقعہ کے ظاہری الفاظ اور ظاہری مفہوم کا حاصل اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ ابن منصور نے اپنے اصحاب کو تسلی دی تھی تو ایسے موقع پر دوستوں کو تسلی دینا جرم نہیں اور جس عنوان سے تسلی دی ہے اسکو بھی کوئی عالم کفر یا زندقہ نہیں کہہ سکتا کیونکہ شہداء کی حیات برزخیہ مسلّم ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ ابن منصور اپنے کو مظلوم اور قاتلوں کو ظالم جانتے تھے تو ان کو اپنی شہادت کا یقین ہونا کچھ مستبعد نہیں اور اس یقین کے لئے حیات برزخیہ کا اعتقاد لازم ، تو پھر اسکو بیہودہ دعوے کس دلیل سے کہہ دیا گیا ؟ کیا خطیب کو معلوم نہیں کہ شہداء کا بعد قتل کے زندہ صورت میں اپنے خاص دوستوں سے ملنا اُن سے گفتگو کرنا بکثرت ثابت ہے ۔ اگر ابن منصور کو بھی اللہ کی عنایت ولطف سے یہ امید ہوئی ہو کہ وہ اُن کو بھی شہداء کی طرح حیات اور تصرف فی الکون کا درجہ عطا فرمائے گا تو اس میں بے ہودگی کی کونسی بات ہے ؟ اگر کوئی محدث

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

یا فقیہ مرض الموت میں ایسی بات کہہ دیتا کو کرامات میں داخل کر لی جاتی مگر ایک صوفی بدنام کی زبان سے یہ بات نکل گئی تو بے ہودہ دعوے قرار دیگئی۔ سبحان اللہ کیا انصاف ہے۔

ابن منصور کی طرف شعبدہ وحیلہ گری کی نسبت اور اس کا جواب اس کے بعد مناسب ہے کہ ابن منصور کی طرف شعبدہ اور حیلہ گری کی جو نسبت کی گئی ہے اس کا جواب بھی خطیب ہی کے کلام سے دے دیا جائے۔

چنانچہ وہ ابن باکویہ کے واسطہ سے ابو عبداللہ بن مفلح سے وہ طاہر بن احمد سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے حلاج کے معاملہ میں بہت تعجب تھا اس لئے ہمیشہ حیلہ گروں کی تلاش وطلب میں رہا اور شعبدہ گری سیکھتا رہا تاکہ ابن منصور کی اصل حالت سے واقف ہو جاؤں اسی عرصہ میں ایک دن ان کے پاس گیا اور سلام کرکے بیٹھ گیا تو فرمایا اے طاہر! تم اس مشقت میں نہ پڑو کیونکہ جو کچھ تم (اس قسم کی باتیں) دیکھتے اور سنتے ہو وہ دوسرے شخصوں کا کام ہے میرا کام نہیں تم اس کو نہ (میری) کرامت سمجھو نہ شعبدہ، طاہر کہتا ہے کہ پھر میرے نزدیک یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی کہ جیسا انہوں نے کہا تھا معاملہ اسی کے موافق تھا۔

ف:۔ یعنی حلاج کے اصحاب میں سے جو بعض احمق بد دین ان کو خدا کہنے لگے تھے وہ ہی شعبدہ گر تھے انھوں نے اپنے شعبدوں کو حلاج کی طرف منسوخ کر رکھا تھا۔ پس اب تمام الزامات ہباءً منثوراً اور حسین حلاج مظفر و منصور ہو گئے۔

ابن منصور کی نفاہت پر امام غزالی کی شہادت نیز مناسب ہے کہ اس فصل کو عریب بن سعد کے اس قول پر ختم کیا جائے۔

وقد اعتذر الامام ابو حامد عنه فی مشکوٰۃ الانوار واخذ یتاول اقواله علی محامل حسنة بعیدة من الخطاب العربی الظاهر اھ امام ابو حامد (غزالی) نے ابن منصور کی طرف سے اپنی کتاب مشکوٰۃ الانوار میں معذرت و مدافعت کی ہے اور ان کے اقوال کو اچھے محامل (و مطالب) پر محمول کرنے لگے جو زبان

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

عربی کے ظاہر محاورہ سے بعید ہیں۔"

ف ۔امام ابوحامد غزالی صوفی محض یا خشک ملّا نہیں ہیں بلکہ شریعت وطریقت میں اپنے وقت کے مسلّم امام اور مجدّد تھے ان کا ابن منصور کی حمایت کرنا ان کے اقوال کو اچھے محامل پر محمول کرنا ابن منصور کی برأت و ولایت ومقبولیت کی بڑی دلیل ہے۔ رہا یہ کہ جو مطالب بیان کئے گئے ہیں وہ زبان عربی کے ظاہر محاورہ سے بعید ہیں سو اوّل تو یہ دعوے مطلقاً مسلّم نہیں کیونکہ بعض اقوال کا جو مطلب محققین صوفیہ نے بیان کیا ہے وہ ابن منصور کے الفاظ سے ظاہراً بھی بعید نہیں اور اگر کسی ایک دو قول میں ایسا ہوا ہو تو بتلایا جائے کہ ایسا کون شخص ہے جس کے کسی قول کو تاویل کے ساتھ محمل حسن پر محمول نہیں کیا جاتا۔ ائمہ مجتہدین اور اجلّۂ محدثین کے ایسے اقوال بکثرت موجود ہیں جو ظاہر میں حدیث کے معارض معلوم ہوتے ہیں مگر ان کے متعلّدین ہمیشہ تاویل کر کے اُن کو حدیث کے موافق بناتے رہتے ہیں اور صوفیہ کا تو مذاق ہی یہ ہے کہ وہ اپنے علوم غامضہ وحالات عجیبہ کو رموز میں بیان کیا کرتے ہیں جن کو اہل ہی سمجھ سکتا ہے ؎

من حال دل اے زاہد با خلق نخواہم گفت ٭ کایں نغمہ اگر گویم با چنگ و رباب اولیٰ

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

باب پنجم

واقعاتِ قتل اور خاتمۂ کتاب

ابن منصور کے جاہل ہونے کی روایت اور اس کا جائزہ طبری نے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے ۳۰۱ھ میں علی بن احمد راسبی نے ابن منصور پر قبضہ کیا اور علی بن عیسےٰ وزیر کے سپرد کر دیا اس نے فقہا و علماء کو بلا کر ابن منصور سے گفتگو کی تو اس کے الفاظ بیہودہ تھے قرآن بھی اچھی طرح نہ پڑھ سکتا تھا نہ فقہ و حدیث و تاریخ اور شعر و لغت سے کچھ زیادہ واقفیت تھی وزیر نے اس کو ذلیل کیا اور گدی پر دھول لگائی اور حکم دیا کہ بغداد کی شرقی جانب سولی پر بٹھلایا جائے پھر غربی جانب ایسا ہی کیا جائے تاکہ لوگ دیکھیں (اور اچھی طرح تشہیر ہو جائے) پھر محل شاہی میں قید کر دیا گیا تو اس نے (اتباع) سنت سے خدام شاہی میں رسوخ پیدا کر لیا وہ اسکی باتوں کو حق سمجھنے لگے۔

ابن الفرات نے بھی اپنی پہلی وزارت میں اسکو گرفتار کیا تھا موسےٰ بن خلف بھی اسکی تلاش میں تھا مگر وہ اور اس کا غلام اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئے تو اسی سال گرفتار ہو کر وزیر حامد کے سپرد کیا گیا وہ اس کو روزانہ پلنے دربار میں بلا تا گدی پر دھول لگواتا اور اسکی داڑھی نچواتا تھا۔

ابن منصور کے متعلق یہ دعوےٰ تو بالکل غلط ہے کہ ان کو شعر و لغت سے بھی واسطہ نہ تھا کیونکہ انھیں مؤرخین نے جو اشعار ان کی طرف منسوب کئے ہیں وہ فصاحت و بلاغت اور حسن بندش اور سلاست و متانت میں کسی فصیح بلیغ شاعر کے کلام سے کم نہیں علم حدیث کے متعلق بھی کتاب السنن حسن بصری کا ذکر ان کی کتابوں کے تذکرہ میں گذر چکا ہے۔ ابن منصور کا یہ قول بھی خطیب کی روایت میں موجود ہے

ولی کتب فی السنة موجودة فی الوراقین

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہ سنت کے بیان میں میری بہت کتابیں ہیں جو کتب فروشوں کے پاس موجود ہیں ؎

پھر وہ مدت تک شیخ عمرو بن عثمان مکی اور حضرت جنید اور شیخ ابوالحسن نوری کی صحبت میں رہے ہیں جو علوم شریعت و طریقت میں امام اور حدیث وفقہ سے پورے واقف تھے ظاہر ہے کہ ان حضرات کی صحبت میں رہنا کسی جاہل کا کام نہ تھا اگر وہ جاہل بھی ہوتے تو ان بزرگوں کی صحبت میں مدت تک رہنے کے بعد جاہل نہیں رہ سکتے تھے، یہ ضرور ہے کہ ان کا شغل درس حدیث و فقہ نہ تھا اس لئے ان سے کوئی روایت نہیں کیونکہ تصوف اور مجاہدہ و ریاضت اور کثرتِ عبادت کا شغل ان پر غالب تھا اسی لئے ان کا شمار صوفیہ میں ہے محدثین و فقہاء میں نہیں، ابوعبداللہ ابن خفیف کا قول اوپر گذر چکا ہے کہ حسین بن منصور عالم ربانی ہیں ظاہر ہے کہ اتنا بڑا عالم محقق جو اپنے زمانہ میں شریعت و طریقت کا مسلم امام تھا کسی معمولی شخص کو عالم ربانی کا خطاب نہیں دے سکتا تھا۔ مگر جو لوگ کسی کی بات سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں وہ اپنی جہالت پر یونہی پردہ ڈالا کرتے ہیں کہ دوسرے کو جاہل بنا دیں فالناس اعداء ماجھلوا ان لوگوں کی جہالت اسی سے ظاہر ہے کہ ابن منصور کے ساتھ انہوں نے ایسا وحشیانہ طرزِ عمل اختیار کیا تھا جو کفار بھی اپنے قیدیوں سے نہیں کرتے)

کرامت کا صدور ہر وقت ضروری نہیں حامد نے ایک دن سمری کو بلایا جو حلاج کے اصحاب میں تھا اور اس سے کہا گیا تم لوگوں کا یہ دعویٰ نہیں تھا کہ بے خبری کی حالت میں حلاج تمہارے پاس ہوا سے اتر کر پہونچ جاتا تھا کہا بے شک ہمارا یہ دعویٰ ہے، کہا پھر وہ اب جہاں چاہے کیوں نہیں چلا جاتا حالانکہ میں نے اسکو اپنے محل میں تنہا چھوڑ رکھا ہے کہ پیروں میں بیڑیاں بھی نہیں۔

(کرامت کا صدور ہر وقت ضروری نہیں پھر اوپر گذر چکا ہے کہ حلاج بعض دفعہ ایک نگاہ میں اپنے پیروں سے بیڑیاں الگ کر دیتے اور ہاتھ کے اشارہ سے دیوار میں راستے بنا دیتے اور دجلہ کی سیر کو چلے جاتے پھر واپس آکر بیڑیاں پہن لیتے اور قید خانہ میں مقید ہو کر بیٹھ جاتے تھے اور یہ ان کا کمال صبر تھا)

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

قیدخانہ میں ابن منصور کے اثرات غرض آٹھ سال سات مہینے آٹھ دن جیل کی مشقت میں رہے ایک جگہ سے دوسری جگہ ان کو منتقل کیا جاتا رہا اور جہاں قید کئے جاتے جیلخانہ والے اور غلام وحشم وخدم اور دربار شاہی کے منشی وغیرہ ان کے معتقد ہوجاتے اور جیلخانہ میں پوری راحت پہونچاتے تھے۔

(مخالفین نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے کہ جس جگہ مقید ہوتے وہاں کے آدمیوں کو بہکاتے اور اپنے فریب میں لے آتے چشم بدبین سے ہنر بھی عیب نظر آتا ہے مخالفین نے تو انبیائ علیہم السلام کے معجزات تک کو سحر مستمر کہدیا تھا ابن منصور بے چارہ کی کرامات کو بھی حیلہ اور مکر کہدیا گیا تو کیا تعجب ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ان پر حال قوتی ایسا غالب تھا کہ اس کا اثر ہر شخص پر ضرور پڑتا تھا بشرطیکہ معاند نہ ہو۔ جن لوگوں نے اہل حال کو دیکھا ہے وہ اس کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں)

ابن منصور کے قتل کی دستاویز پر خلیفہ کے دستخط حاصل کرنے کا واقعہ پھر وزیر نے علماء اور قاضیوں کو جمع کیا اور ابن منصور کے محضر قتل پر سب کے دستخط کرائے پھر وہ محضر زنجی کے حوالہ کیا گیا کہ اس کو خلیفہ مقتدر باللہ تک پہونچا کر مجلس علماء کا سارا حال اس کے گوش گذار کرے اور خلیفہ کی طرف سے اس کا جواب جلد حاصل کرکے اطلاع دے۔ زنجی نے خلیفہ کے نام دو رقعے تحریر کئے اور فتوائے علماء کو ان کے اندر رکھ بھیجدیا۔ وہاں سے دو دن تک کچھ جواب نہ آیا تو حامد سخت پریشان ہوا اور اپنی اس حرکت پر نادم بھی ہوا کہ ایسا نہ ہو خلیفہ کے نزدیک میری یہ کارروائی بے موقع سمجھی گئی ہو مگر جو کھیل وہ بنا چکا تھا اس کو انتہا تک پہونچانے سے بھی چارہ نہ تھا (ورنہ بدنام ہوجاتا کہ وزیر ہوکر ایسی لچر کارروائی کرتا ہے جس کی خلیفہ کے یہاں شنوائی تک نہیں ہوتی) اس نے تیسرے دن زنجی کے قلم سے پھر ایک خط خلیفہ کو لکھوایا جس میں پہلے خط کے جواب کا تقاضا تھا اور یہ بھی تحریر کیا گیا تھا کہ مجلس علماء میں جو کچھ طے پایا ہے اس کی خبر عام طور سے پھیل چکی اور شائع ہوچکی ہے اگر اس کے بعد حلاج کو قتل نہ کیا گیا تو لوگ اس کے فتنہ میں مبتلا ہوجائیں گے اور دو آدمی بھی اس کے متعلق اختلاف کرنیوالے باقی نہ رہیں گے۔

(عذر گناہ بدتر از گناہ اسی کو کہتے ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ مجلس علماء میں عوام کو شریک

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

کرنے کے لئے تم سے کس نے کہا تھا جو اُن کا فتوے خلیفہ کی منظوری سے پہلے ہی شائع اور مشہور ہوگیا جس کے بعد خلیفہ کی منظوری کا وہی درجہ رہ جاتا ہے جو پارلیمنٹ کی کارروائی کے بعد سلاطین یورپ کی دستخط کا درجہ ہے۔ اس سے ناظرین نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ وزیر نے علماء اور قضاۃ کو تو محضر قتل تیار کرنے پر مجبور کیا ہی تھا خلیفۂ وقت کو بھی اچھی طرح مجبور کر دیا تھا کہ اسکو دستخط منظوری کے سوا کچھ چارہ ہی نہ رہا)

یہ خط مفلح کے ذریعہ بھیجا گیا اور اس پر تقاضا کیا گیا کہ جلد خلیفہ کو پہونچا کر اس کا جواب لائے چنانچہ اگلے دن مفلح کے ذریعہ جواب صادر ہوا کہ جب قاضیوں نے اس کے قتل کا فتوے دیدیا اور مباح الدم کہدیا ہے تو اس کو محمد بن عبد الصمد کوتوال کے حوالہ کر دیا جائے۔

(یہ جواب معلق ہے خلیفہ نے صاف طور سے اپنی رائے کچھ ظاہر نہیں کی بلکہ قاضیوں کے اوپر سارا بوجھ ڈال دیا۔ اوپر گذر چکا ہے کہ خلیفہ بذات خود ابن منصور کے قتل میں متوقف تھا)

کوتوال اس کو اپنی نگرانی میں لے کر ہزار تازیانہ لگائے اگر اسی سے ہلاک ہوجائے بہتر ورنہ گردن ماردی جائے۔ وزیر حامد اس جواب سے بہت خوش ہوا اور اس کا اضطراب بھی جاتا رہا۔

(سبحان اللہ کیسے کیسے اضطراب و پیچ وتاب اور دوسری کے بعد قتل ابن منصو کا منصوبہ پورا ہوا، کیا حدود شرعی کا اجراء اسی طرح ہوا کرتا ہے؟)

اب اس نے محمد بن عبد الصمد کوتوال کو بلا کر خلیفہ کا فرمان پڑھ کر سنایا اس نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا اور کہا مجھے اندیشہ ہے کہ حلاج کو مجھ سے چھین لیا جائے گا۔

(یعنی اس کے اصحاب اور معتقدین زبردستی حلاج کو مجھ سے لے لینگے اور عام مسلمان بھی ان کا ساتھ دیں گے کیونکہ اوپر گذر چکا ہے کہ محضر قتل تیار ہونے پر عوام بگڑ گئے تھے اور وزیر کو اپنی جان کا خطرہ ہوگیا تھا)

حامد نے کہا میں اپنے غلاموں کو تیرے ساتھ کر دوں گا وہ حلاج کو کوتوالی کے جیلخانہ تک غربی جانب پہونچا دیں گے پھر سب کے اتفاق سے یہ طے پایا کہ عشاء کے بعد کوتوال حاضر

Digitized by Google

More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہو، اپنی جماعت کو بھی ساتھ لائے جن میں کچھ آدمی سائیسوں کی طرح خچروں پر سوار ہوں اُن ہی میں ایک خچر پر حلاج کو سوار کر دیا جائے تاکہ غلاموں کے جھگڑے میں کسی کو کوئی پہچان نہ سکے پھر اسکو حکم دیا کہ حلاج کے ایک ہزار تازیانے لگائے اگر اسی سے ہلاک ہو جائے تو سر کاٹ کر محفوظ رکھے اور لاش کو جلا دے۔ حامد نے اس سے یہ بھی کہا کہ اگر وہ تیرے سامنے دریائے فرات میں سونا چاندی بہتا ہوا بھی دکھا دے جب بھی مارنے سے ہاتھ نہ روکنا چنانچہ اس قرارداد کے موافق عشاء کے بعد محمد بن عبدالصمد اپنے آدمیوں اور خچروں کو لے کر پہونچا، حامد نے اپنے غلاموں کو اسکے ہمراہ سوار ہونے کا حکم دیا تاکہ کوتوالی کے میدان تک حلاج کو پہونچا دیں۔

حلاج کی نگرانی پر جو غلام مقرر تھا اُسے حکم دیا کہ اس کو قید خانہ سے باہر نکال لائے اور کوتوال کے سپرد کر دے۔ اس غلام کا بیان ہے کہ جب میں نے دروازہ کھولا اور اس کو باہر آنے کے لئے کہا تو چونکہ یہ وقت دروازہ کھولنے کا نہ تھا حلاج نے پوچھا وزیر کے پاس کون ہے؟ میں نے کہا محمد بن عبدالصمد ہے تو اسکی زبان سے نکلا ذھبنا واللہ بخدا اب ہم ہلاک ہوئے۔

شہادتِ ابن منصور کا سانحہ ہوشربا

پھر اس کو باہر لایا گیا اور سائیسوں کی جماعت کے ساتھ ایک خچر پر سوار کر کے حامد کے غلاموں اور کوتوال کے سپاہیوں کی حراست میں پل تک پہونچا دیا گیا حامد کے غلام تو وہاں سے واپس آ گئے محمد بن عبدالصمد اور اسکے سپاہی صبح تک حلاج کے گرد کوتوالی کے میدان میں حلقہ ڈالے بیٹھے رہے جب منگل کے دن ۲۴ ذیقعدہ ۳۰۹ھ کی صبح نمودار ہوئی حلاج کو جیلخانہ کے میدان میں لایا گیا تو وہ حسب الواحد افراد الواحد لہ کہتے ہوئے بیڑیاں پہنے ہوئے تبختر انہ (مستانہ) چال سے باہر آئے دیباکے کوپان تابہ بیرداری آئم ما) اور یہ اشعار پڑھے ؎

ندیمی غیر منسوب۔ إلی الشیٔ من الحیف ۔ سقانی مثل مایشرب کفعل الضیف بالضیف

فلما دارت الکأس دعا بالنطع والسیف ۔ کذا من یشرب الراح مع التنین فی الصیف

(ترجمہ و مطلب اشعار العبور میں ملاحظہ ہو) پھر یہ آیت پڑھی :-

یستعجل بھا الذین لا یؤمنون بھا والذین آمنوا مشفقون

Digitized by Google